DECEMBER-2025 Rs. 30/-

جمادی الاخریٰ ۱۴۴۷ھ دسمبر ۲۰۲۵ء

جانشین تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری نوری بریلوی

مدیر اعلیٰ مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

عصا نامہ

نسل نو کی کردار سازی

انیس العرفا ترجمہ مونس الفقرا

معلم کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! بحیثیت شجاع

عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کے تقاضے

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! بحیثیت سیاست داں

چھٹ پوجا اور مسلم خواتین کی جہالت

تذکرۂ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضور قائد ملت ! ایک ارتقائی شخصیت

مضمون نویسی کی تعریف اور چند بنیادی باتیں

گیارہویں شریف اور اس کے جواز کا ثبوت

مدیر:

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

مرکز الدراسات الإسلامیة جامعۃ الرضا بریلی شریف یوپی، ہند

CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA

MARKAZ NAGAR MATHURAPUR, C.B.GANJ, BAREILLY SHARIF (U.P.)

Imam Ahmad Raza Trust

82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)

امام احمد رضا ٹرسٹ

سوداگران رضا نگر بریلی شریف یوپی (الہند)

E-mail: imamahmadrazatrust@aalaahazrat.com
imamahmadrazatrust@yahoo.co.in
Website: www.aalaahazrat.com, jamiaturraza.com, hazrat.org

Contact No. +91 0581 3291453
+91 9897007120
+91 9897267869

State Bank of India, Bareilly.
A/C No. 030078123009
IFSC Code : SBIN0000597

HDFC Bank, Bareilly
A/c No. 5020000472
IFSC Code : HDFC000

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی،
مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی

وارث علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتی اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی

محمد اختر رضا

خاں قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادۂ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی

محمد عسجد رضا

خاں قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

جلد نمبر ۱۰ — Vol. 10

جمادی الاخریٰ ۱۴۴۷ھ — دسمبر ۲۰۲۵ء

شمارہ نمبر ۱۲ — Issue No. 12

قیمت فی شمارہ ۳۰ روپیے	سالانہ ۳۵۰ روپیے سادہ ڈاک سے	سالانہ ۶۰۰ روپیے رجسٹرڈ ڈاک سے	پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۲۰۰؍ روپیے	امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ

قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت

اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

تزئین کار: عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا
محمد تمہید خان عرشی فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

رابطہ کا پتہ

ماہنامہ سنی دنیا
۸۲؍سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

Email:

sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com

Visit Us:

www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

Contact Address

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲؍سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Ghazi Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

جمادی الاخریٰ ۱۴۴۷ھ

اس شمارے میں

کالم	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ	نسل نو کی کردار سازی	ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن	۵
اسلامیات	پیغمبر اسلام ﷺ! بحیثیت سیاست داں	مولانا محمد ابوہریرہ رضوی مصباحی	۷
☜	معلم کائنات ﷺ! بحیثیت شجاع	مولانا پھول محمد نعمت رضوی	۱۰
☜	عشق رسول ﷺ اور اس کے تقاضے	مولانا جسیم اکرم مرکزی	۱۴
☜	گیارہویں شریف اور اس کے جواز کا ثبوت	ڈاکٹر فیض احمد چشتی	۱۷
احوال قوم وملت	چھٹ پوجا اور مسلم خواتین کی جہالت	مولانا محمد مبشر حسن مصباحی	۲۱
اسلاف واخلاف	تذکرۂ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	مولانا عبدالواحد قادری	۲۲
☜	حضور تائد ملت! ایک ارتقائی شخصیت	ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری	۲۶
نظریات	عصا نامہ	مفتی غلام مصطفیٰ نعیمی	۳۴
ادبیات	مضمون نویسی کی تعریف اور چند بنیادی باتیں	مولانا خلیل احمد فیضانی	۴۱
سخن در سخن	انیس العرفا ترجمہ مونس الفقرا	مولانا طفیل احمد مصباحی	۴۴
ترغیبات	فکر آخرت	علامہ مفتی محمد صالح بریلوی قادری	۴۸
نوخیز قلم	اہل سنت کے خلاف دیابنہ کی محاذ آرائی	مولانا عامر فضیل مرکزی	۵۰
منظومات	مصطفیٰ سا کوئی شہ کار ہو نہیں سکتا	سید خادم رسول عینیؔ	۵۴
☜	مارے جاتے ہیں مسلمان رسول عربی	مولانا جسیم اکرم مرکزی	۵۴
☜	انبیا کے بعد اعلیٰ حضرت صدیق ہیں	علامہ سید اولاد رسول قدسیؔ	۵۴
☜	اے غلامان نبی خلد کے حقدار اٹھو	مولانا محمد فرقان فیضی	۵۴

مہمان اداریہ

از: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن*

نسل نو کی کردار سازی

کردار کا لغوی معنی: طرز، روِش، طَور، طریق، شُغل اور عادت وخصلت کے ہیں[۱] کسی بھی انسان کا کردار اس کی شخصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے، چنانچہ انتہائی ضروری ہے کہ ہم اپنی اِصلاح کے ساتھ ساتھ، اپنی قوم کے نَوجوانوں اور بچوں کی کردار سازی پر بھی خاص توجہ دیں؛ کہ یہ ہماری قوم وملّت کا سرمایہ اور مستقبل ہیں۔

نعمت الٰہی کا حصول

نوجوان کسی بھی قوم وملّت کے درخشاں مستقبل کی ضمانت ہوتے ہیں، اگر ان کی کردار سازی اور اچھی تربیت پر توجہ دے دی جائے، تو اُن کا وجود دنیا وآخرت میں نعمت الٰہی کے حصول کا باعث بنتا ہے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''إِذَا مَاتَ الإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ، إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ (1) إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، (2) أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، (3) أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ۔[۲] انسان جب اِس دارِفانی سے کُوچ کرتا ہے، تو تین چیزوں کے سِوا اُس کے تمام اَعمال منقطع ہوجاتے ہیں: (1) ایک صدقۂ جاریہ، (2) دوسرا وہ علم جس سے نفع حاصل یا جائے (3) اور تیسرا وہ نیک اَولاد جو اُس کے لیے دعا کرتی رہے۔''

خیر وبھلائی کی تعلیم

خیر وبھلائی کی تعلیم، اصلاحِ مُعاشرہ اور کردار سازی میں اہم کردار ادا کرتی ہے، شاید یہی وجہ ہے کہ حضرت سیّدنا علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے خاص طَور پر اس کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''عَلِّمُوْا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمُ الْخَيْرَ۔[۳] اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو بھلائی کی تعلیم دو۔''

آج کے بچے کل کے نوجوان ہیں، ان کی اچھی تربیت ان کی مثبت کردار سازی کا پہلا زینہ اور ان کے لیے ہماری طرف سے بہترین تحفہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا مِنْ نَحْلٍ، أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ۔[۴] باپ کی طرف سے اولاد کے لیے اس سے بہتر کوئی عطیہ نہیں، کہ وہ ان کی اچھی تربیت کرے۔''

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اپنے بچوں اور نوجوان نسل کو، دُنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم سے بھی آراستہ کریں؛ کہ اس کے بغیر اَخلاقی تربیت اور کردار میں سُدھار، کسی طور پر ممکن ہی نہیں۔

نوجوان نسل کی کردار سازی میں والدین کا کردار

نوجوانوں اور بچوں کی کردار سازی میں متعدد عوامل کا عمل دخل ہوتا ہے، لیکن ان میں سب سے اہم چیز اُن کی اچھی تعلیم وتربیت کا اہتمام ہے، اچھی تعلیم وتربیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ او لیول (O`Level) کے کسی مہنگے اور شاندار اسکول میں داخلہ (Admission) دِلوا کر انسان بےفکر ہوجائے! بلکہ والدین پر لازم ہے کہ قوم کے اِن معماروں کو خدمتِ دِین اور تعمیرِ وطن کے لیے ذہنی طور پر تیار کریں، ان کی مثبت کردار سازی کریں؛ تاکہ ان میں عقائد کی پختگی، اَخلاق کی درستگی، اعمال کی پاکیزگی، کردار کی بلندی، فکر ونظر کی وسعت اور

* مضمون نگار وزارت اوقاف ابوظہبی کے مفتی ہیں۔

عزّتِ نفس کا احساس اُجاگر ہو! اور وہ اچھے مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ، ایک خوددار شہری بن کر بھی مُعاشرے میں اپنا کردار ادا کرسکیں۔

یادر کھیے! امّت مسلمہ کے یہ نوجوان، قوم وملّت کی امانت ہیں، ان کی اچھی تعلیم وتربیت اور بہترین کردار سازی والدین کی ذمّہ داری ہے، اس مُعاملے میں ذراسی بھی کوتاہی، آخرت میں پکڑ کا باعث بن سکتی ہے! سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ...وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ، وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا، وَمَسْؤُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا۔ [۵] تم سب اپنی اپنی جگہ ذمّہ دار ہو اور تم سب سے تمہارے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا..... مرد اپنے اہل وعیال کا ذمّہ دار ہے اور اس سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، جبکہ عورت اپنے شوہر کے گھر میں ذمّہ دار ہے اور اس سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔''

نسلِ نو کی کردار سازی میں اساتذہ کا کردار

نوجوانوں کی کردار سازی میں اساتذہ کے کردار کا، کسی طور پر انکار نہیں کیا جاسکتا، بلکہ اگر یوں کہا جائے تو شائد بے جا نہ ہوگا، کہ اسکول، کالج اور جامعہ وغیرہ میں اچھی تعلیم دِلوانے کا، ایک اہم مقصد نوجوانوں کی کردار سازی اور شخصی تعمیر بھی ہوتا ہے، اس سلسلے میں اسکول اور کالج کی انتظامیہ اور ہمارے تعلیمی بورڈ ز معیاری نصاب تشکیل دینے کی کوشش کرتے ہیں، پیشہ وارانہ اساتذہ کا تقرُر کیا جاتا ہے، لیکن بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مناسب چیک اینڈ بیلنس (Check & Balance) نہ ہونے کے باعث، آج خاطر خواہ نتائج دیکھنے میں نہیں آتے! ہمارے تعلیمی اداروں میں اَخلاقی تربیت کا بڑا فُقدان ہے، اسلامی تعلیمات کو ثانوی حیثیت نہیں، بلکہ کوئی حیثیت نہیں دی جاتی ہے۔

اساتذہ اَخلاقی طور طریقوں، اسلامی اَقدار اور نفسِ مضامین کو طلبا کے قلب وذہن میں اُتارنے اور اپنی عملی زندگی میں اس کا نفاذ کرنے کے بجائے، رَٹنے پر زور دیتے ہیں! یہ چیز ہمارے نوجوانوں کے لیے کسی زہر قاتل سے کم نہیں!؛ کیونکہ کسی چیز کو رَٹ کر امتحان تو پاس کیا جاسکتا ہے، اے پلس گریڈ یا امتیازی پوزیشن (Privileged Position) بھی حاصل کی جاسکتی ہے، لیکن نوجوانوں کی اَخلاقی تربیت اور کردار سازی نہیں کی جاسکتی! لہٰذا شعبۂ تعلیم سے وابستہ ہمارے تمام اساتذۂ کرام کو، اپنی اس اہم ذمّہ داری کا احساس کرنا ہوگا! ملازمت کے بجائے عبادت سمجھ کر اپنے تدریسی فرائض کو مکمل ایمانت اور دیانتداری سے ادا کرنا ہوگا!؛ تاکہ نوجوان نسل کی مثبت کردار سازی کر کے انہیں اچھا، کارآمد اور باعمل مسلمان شہری بنایا جاسکے۔

تعلیمی اداروں میں منشیات کی لعنت اور نوجوان نسل

نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے، کہ آج ہمارے بعض تعلیمی اداروں کا ماحول خطرناک حد تک بگڑ چکا ہے، بعض کالجز اور یونیورسٹیز میں منشیات فروشی کا سلسلہ سرعام جاری ہے، نوجوان نسل ہماری آنکھوں کے سامنے تباہی کے عمیق گڑھے میں دھکیلی جارہی ہے، جبکہ دوسری طرف ہمارے حکمراں اور ان کے ترجمان ہیں، کہ انہیں میڈیا پر ''سب اچھا ہے'' کی گردان رَٹنے ہی سے فرصت نہیں! آخر ہماری آنکھیں کب کھلیں گی؟

خدارا! حصولِ علم، ملازمت، یا کسی کام کاج سے گھر سے باہر جانے والے نوجوانوں اور چھوٹے بہن بھائیوں پر نظر رکھیں! کہ ان کا اٹھنا بیٹھنا اور یاری دوستی کیسے لوگوں کے ساتھ ہے؟ ان کی سماجی سرگرمیاں کیا ہیں؟ موبائل فون وغیرہ پر وہ کیا دیکھتے سنتے اور کیسے لوگوں کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں؟ ان سب اُمور پر کڑی نگاہ رکھیں اور لاڈ پیار کے چکر میں ان کی دنیا وآخرت کی تباہی کا باعث نہ بنیں۔

صحبت اور ہم نشینی کا کردار سازی میں عمل دخل

کسی انسان کے اچھے یا بُرے کردار میں، صحبت اور ہم نشینی کا بڑا عمل دخل ہوا کرتا ہے، اگر انسان اچھے اور بقیہ ص ۵۱ پر

از: مولانا محمد ابو ہریرہ رضوی مصباحی*

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بحیثیت سیاست داں

حضور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ انسانی زندگی کے ہر شعبے کے لیے کامل نمونہ ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی بھی عدل، امن، رواداری، حکمت اور انسانیت نوازی کی اعلیٰ مثال ہے، قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور کے اسوۂ حسنہ کو واضح فرمایا:

'لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔(سورۂ احزاب، آیت: ۲۱) ترجمہ: بے شک تمھیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔'' (کنزالایمان)

سیاست کا مقصد اور نبوی حکمت

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیاست کا مقصد اقتدار یا دنیاوی غلبہ نہیں تھا بلکہ اللہ کی وحدانیت کا اعلان، ایک اللہ کی عبادت وریاضت کی جائے، اور اللہ کی بندگی کو غالب کرنا تھا، انسانی حقوق کا تحفظ، رعایا کی بھلائی، عدل وانصاف قائم کرنا اور اجتماعی زندگی کو صحیح اصولوں پر منظم کرنا تھا۔ آپ امت کی رہنمائی اور فلاح کے خواہاں تھے اور اسلام میں سیاست کا مطلب رعایا کی بھلائی اور عدل وانصاف تھی۔

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیاسی بصیرت کا کمال یہ ہے کہ آپ نے انتشار میں جکڑی ہوئی انسانیت کو ایک لڑی میں پرو دیا اور قلیل عرصے میں ایک ایسی ریاست قائم کردی جس کی بنیاد عدل وانصاف پر تھی۔

تنصیب حجر اسود اور لاجواب فیصلہ

خانۂ کعبہ کی عمارت سیلاب اور بارش کی وجہ سے کمزور اور خستہ ہو چکی تھی اس لیے قریش نے اس کی تعمیر نو شروع کردی، جب عمارت اس جگہ پہنچی جہاں حجر اسود نصب تھا تو قریش کے قبیلوں کے درمیان ایک جھگڑا سا کھڑا ہو گیا، ہر قبیلہ یہ چاہتا کہ حجر اسود کو اٹھا کر ہم اس کی جگہ نصب کریں تاکہ یہ عمل ہمارے قبیلہ کے لیے فخر وشرف کا باعث ہو، اس سلسلے میں تناؤ بڑھتا گیا یہاں تک کہ تلوار نکلنے کی نوبت آگئی، آخر کار سارے لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہوا کہ صبح حرم شریف میں جو سب سے پہلے داخل ہو جائے گا اس کے فیصلے پر عمل کیا جائے گا۔

خدا کی شان کہ سب سے پہلے ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حرم میں داخل ہوئے، آپ کو دیکھتے ہی قریش بہت خوش ہوئے اور بیک زبان پکار اٹھے، بخدا! یہ امین وصادق ہیں، یہ جو فیصلہ کریں گے ہم اس پر راضی ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو فہم کامل اور عقل سلیم عطا فرمائی تھی، آپ نے ایسا خوبصورت فیصلہ فرمایا کہ قریش فوراً رضامند ہو گئے۔

آپ نے فرمایا کہ حجر اسود کو ایک چادر میں رکھیں اور اس چادر کو قبائل قریش سے ایک ایک فرد پکڑ کر اس جگہ لے چلے جہاں حجر اسود نصب تھا تو اس طرح سارے قبائل کی شرکت ہو جائے گی۔ اس کے بعد ہر آدمی مجھ کو اپنی طرف سے وکیل بنا دے، اس لیے کہ وکیل کا فعل مؤکل کا فعل ہوتا ہے۔ اس طرح حجر اسود کو اس کی جگہ رکھنے کا شرف ہر ایک کو حاصل ہو جائے گا، قریش نے بدل وجاں اس فیصلے کو قبول کیا اور اس پر عمل پیرا ہوئے۔ (تواریخ حبیب الٰہ- ص: ۲۱)

اس طرح جس معاملے پر جنگ کا خطرہ منڈلانے لگا تھا اور بدنظمی وفساد کی انتہا ہونے والی تھی، نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہایت ہی احسن طریقے، سیاسی تدبر سے اس معاملے کو ایسے سلجھایا کہ کام بھی ہو گیا اور خون کا قطرہ تک نہ بہا، بلکہ سب کے سب ہنسی خوشی اس کام میں امن وامان کے ساتھ شریک ہوئے۔

مکی دور کی سیاسی حکمت عملی

مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کو سیاسی و معاشرتی ظلم سہنا پڑا، اس وقت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکمت عملی کے ساتھ قدم اٹھایا جو مندرجہ ذیل ہیں:

خفیہ دعوت: جب یہ آیتیں نازل ہوئیں:

"يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ [١] قُمْ فَاَنْذِرْ [٢] وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ [٣] وَ ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ [٤] وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۔[٥] (پارہ:۲۹ — سورہ: مدثر)

اے بالاپوش اوڑھنے والے! کھڑے ہوجاؤ، پھر ڈر سناؤ اور اپنے رب ہی کی بڑائی بولو اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور بتوں سے دور رہو۔" (کنزالایمان)

ان آیات کے نزول کے بعد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام کی تبلیغ آہستہ آہستہ شروع کر دی، جو لوگ آپ کے بہت قریب تھے اور جن پر آپ کو کافی اعتماد تھا سب سے پہلے ان کو تبلیغ کی. چوں کہ عرب بت پرستی میں گھرے ہوئے تھے، اس لیے ان کے درمیان اعلانیہ اسلام کی تبلیغ کرنا بڑا مشکل تھا. اس ماحول کو دیکھتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے پوشیدہ طور پر تبلیغ اور دعوت کا کام شروع کیا. اس دوران بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا.

خفیہ تبلیغ کا یہ سلسلہ برابر تین سال تک چلتا رہا. تین سال تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انتہائی پوشیدہ طور پر نہایت رازداری کے ساتھ تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیتے رہے. ابتدائی تین سالوں تک لوگوں کو دین کی خفیہ دعوت دیتے رہے تا کہ طاقتور مخالفین کے مقابلے میں تحفظ رہے۔

حبشہ کی ہجرت: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو نجاشی کے دربار میں بھیجا تا کہ ایک محفوظ سیاسی پناہ گاہ ملے۔

(ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج:۱، ص:۳۲۱)

معاہدہ ہجرت و میثاقِ مدینہ

ہجرت کے بعد آپ نے مدینہ میں ایک تحریری معاہدہ میثاقِ مدینہ" تیار فرمایا، جو دنیا کا پہلا تحریری آئین ہے، اس میں مسلمانوں، یہودیوں اور دیگر قبائل کے حقوق و فرائض بیان کیے گئے۔

عدل و انصاف کی حکمرانی

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیاست میں عدل کو سب سے زیادہ مقدم رکھا، قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلٰى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۔" (النساء، آیت:۵۸)

حضور اکرم صلی تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر سختی سے عمل فرمایا، ایک موقع پر قریش کی ایک معزز خاتون نے چوری کی، لوگ سفارش کے لیے آئے تو آپ نے فرمایا:

"قسم ہے اللہ کی! اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دوں گا۔" (صحیح بخاری، حدیث:۳۴۷۵)

دشمنوں کے ساتھ سیاسی حکمت

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دشمنوں کے ساتھ بھی معاہدات کیے، مثلاً:

صلح حدیبیہ (٦ ہجری): بظاہر مسلمانوں کے خلاف دکھائی دیتی تھی مگر یہ حکمتِ عملی بعد میں عظیم فتح کا سبب بنی۔

(بخاری، کتاب الشروط، حدیث:۲۷۳۱)

صلح حدیبیہ سیاسی حکمت کا اعلیٰ نمونہ

صلح حدیبیہ ہمارے نبی ﷺ کی سیاسی حکمت اور دوراندیشی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اس معاہدے کی شرائط بظاہر کمزور اور توہین آمیز لگ رہے تھے، مگر ہمارے پیارے نبی ﷺ نے حالات کا گہرا تجزیہ کیا اور آپ نے فوراً جذبات کی بجائے عقل و حکمت کو ترجیح دی اور دشمن کے ساتھ صلح کی بنیاد پر امن کی راہیں ہموار کیں، نتیجہ یہ نکلا کہ اگلے دو سالوں میں ہزاروں لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔

اس معاہدے سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ہمارے حضور نبی آخر الزماں ﷺ جنگ و جدال کے نہیں بلکہ امن و امان کے داعی تھے، صلح حدیبیہ کے موقع پر جب کفار نے "رسول اللہ" لکھنے پر اعتراض کیا تو آپ ﷺ نے اسے بھی ہٹوا دیا، حالانکہ آپ ﷺ کو اپنا منصب خوب معلوم تھا، یہ عظیم ظرف، حکمت اور برداشت

کا مظاہرہ تھا، صلح حدیبیہ ہمیں سکھاتی ہے کہ اصل فتح تلوار یا بندوق سے نہیں بصیرت، ضبط اور تدبر سے حاصل ہوتی ہے۔

بین الاقوامی تعلقات

فتح مکہ کے بعد آپ نے دنیا کے بڑے حکمرانوں (قیصر روم، کسریٰ ایران، نجاشی حبشہ وغیرہ) کو خطوط بھیجے اور انہیں اسلام کی دعوت دی، یہ بین الاقوامی سیاست کی روشن مثال ہے۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام، ج ٤، ص:٢٩٣)

مذہبی آزادی اور رواداری

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ریاست میں غیر مسلموں کو مکمل مذہبی آزادی عطا فرمائی۔

(ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج ٥، ص:٣٨١)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی انسانی تاریخ کا عظیم نمونہ ہے، اس میں عدل، مساوات، آزادی، حکمت، شوریٰ اور رواداری سب جمع ہیں، آج کی دنیا اگر ان اصولوں پر عمل کرے تو امن وعدل قائم ہوسکتا ہے۔

◆◆◆

ص ٢١ رکا بقیہ..........

ان کہانیوں کے علاوہ ایک اور بھی کہانی مشہور ہے، پرانوں کے مطابق "پریاورتا" نامی بادشاہ کی کوئی اولاد نہیں تھی، اس کے لیے اس نے ہر ممکن کوشش کی لیکن بے سود! پھر مہارشی کشیپ نے بادشاہ کو بچہ پیدا کرنے کے لیے "پتر یشتی یگیہ" کرنے کا مشورہ دیا، یگیہ کے بعد ملکہ نے ایک بیٹے کو جنم دیا لیکن وہ مردہ پیدا ہوا، بادشاہ کے بچے کی موت کی خبر سے پورے شہر میں سوگ پھیل گیا۔

کہا جاتا ہے کہ جب بادشاہ مردہ بچے کو دفنانے کی تیاری کر رہا تھا تو آسمان سے ایک روشن طیارہ زمین پر اُترا، اس میں بیٹھی دیوی نے کہا، میں ششٹھی دیوی ہوں اور دنیا کے تمام بچوں کی محافظ ہوں، یہ کہہ کر دیوی نے بچے کی لاش کو چھوا جس سے وہ زندہ ہو گیا، اس کے بعد بادشاہ نے اس تہوار کو اپنی سلطنت میں منانے کا اعلان کیا۔

ہندو مذہبی عقیدے کے مطابق یہ تہوار زندگی میں مسرت و شادمانی اور اولاد کے تحفظ اور تابناک مستقبل کے لئے منایا جاتا ہے، خوش حالیاں صدا قائم رہیں، اس کی دعا کی جاتی ہے، اگے سورج کی پوجا گھر اور سماج میں ترقی اور خوش حالی کے واسطے کی جاتی ہے۔

اخیر میں فضلائے مدارس اور ائمہ حضرات کے چند معروضات ہیں کہ مساجد میں جمعہ کی تقریروں اور محافل میں تعلیمی اہمیت اور عقائد واحکام پر خطاب کریں، یہ ایک بڑا المیہ ہے کہ ہم پورا زور اولیاء اللہ کی تعلیمات کے بجائے کرامات بیان کرنے پر صرف کردیتے ہیں، رسمی تقاریر پر ہم اپنے بیانات نشر کرتے ہیں، ہم حالات ومواقع کے حساب سے ضرور گفتگو کریں لیکن عقائد واحکام اپنا موضوع سخن زیادہ تر بنائیں، دعا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ ہمیں دینی تعلیم حاصل کرنے اور کفریہ عقائد سے بچنے اور بچانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

◆◆◆

ص ٤٣ رکا بقیہ..........

من چاہا پڑھ لیا، من چاہا تو چھوڑ کر کتاب ہی بھول گئے، اس طرح کے مطالعے کا نقصان یہ سامنے آتا ہے کہ ایک علمی تسلسل قائم نہیں ہو پاتا ہے اور نہ ہی کسی ایک فن میں گہرائی پیدا ہو پاتی ہے بلکہ ذہن مزید انتشار کا شکار ہو جاتا ہے؛ اس لیے جس کتاب کو اٹھائیے، بالاستیعاب یعنی مکمل پڑھنے کا ذہن بنائیے۔

اس کے فوائد آپ محسوس کریں گے، شروع شروع میں دقت آئے گی مگر جوں جوں مطالعہ کی اسپیڈ بڑھاتے جائیں گے آسانیاں ہوتی جائیں گی، روزانہ ایک آدھا صفحہ لکھنا اپنے اوپر لازم قرار دیں، اس سے آپ کی تحریر میں بلا کا نکھار پیدا ہوگا، مضمون نویسی کے حوالے سے یہ چند باتیں تھیں عمل کریں اور نتیجہ دیکھیں! ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

◆◆◆

یہ دینی رسالہ ہے، اس میں آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ ہوتی ہیں، اس کی حفاظت آپ کا دینی فریضہ ہے۔

اسلامیات

از: مولانا پھول محمد نعمت رضوی*

معلم کائنات ﷺ ! بحیثیت شجاع

ہمارے آقا و مولیٰ جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ اصحاب فیل کے واقعہ کے پچپن دن کے بعد 12 ربیع الاوّل مطابق 20 اپریل 571 عیسوی کو اس خاکدان گیتی پر جلوہ افروز ہوئے، حضور انور ﷺ کے جسم نازنین کا رنگ گورا سفید تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا گویا آپ کا مقدس بدن چاندی سے ڈھالا گیا ہو۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں: آپ کا جسم مبارک نہایت نرم و نازک تھا، میں نے دیبا و حریر ریشمی کپڑوں کو بھی آپ کے بدن سے زیادہ نرم و نازک نہیں دیکھا اور آپ کے جسم مبارک کی خوشبو سے زیادہ اچھی کوئی خوشبو نہیں سونگھی، الختصر ہمارے آقا ﷺ خوبیوں کے پیکر تھے اور کیوں نہ ہو کہ تمام خوبیاں بھی تو ہمارے آقا رسول اکرم ﷺ کے صدقے میں ہے۔

جسمانی طاقت وقوت

ایک بہادر و دلیر کے لیے جسمانی قوت بھی اہم کردار ادا کرتی ہے، حضور نبی کریم ﷺ تمام عالم میں سب سے بڑھ کر دلیر و شجاع تھے تو ظاہر ہے کہ آپ ﷺ جسمانی اعتبار سے بھی قوت و طاقت والے ہوں گے، خود نبی کریم ﷺ اپنی جسمانی قوت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

"أُعْطِيتُ قُوَّةَ أَرْبَعِينَ فِي الْبَطْشِ وَالنِّكَاحِ۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، ح:567) یعنی مجھے نکاح اور گرفت کے سلسلہ میں چالیس (جنتی) مردوں کی قوت دی گئی ہے۔"

ایک جنتی مرد کی طاقت وقوت کتنی ہے؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

"إِنَّ الرَّجُلَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ لَيُعْطَى قُوَّةَ مِائَةِ رَجُلٍ۔ (سنن دارمی، ح:۲۸۲۵) یعنی ایک جنتی مرد کو (دنیا کے) 100 مردوں کی طاقت عطا کی جاتی ہے۔"

گویا حضور ﷺ کو اللہ پاک نے 4 ہزار مردوں کی طاقت عطا فرمائی تھی جو یقیناً آپ کو سب سے طاقت وقوت اور شجاعت والا مرد ثابت کرتی ہے

وہ ہے زورِ یداللّٰہی کہ ہمسر دونوں عالم میں
نہ کوئی ان کی قوت کا نہ کوئی ان کی طاقت کا

(قبالۂ بخشش، ص:42)

نبی کریم ﷺ کی شجاعت و بہادری کے چند واقعات

حضور نبی اکرم نور مجسم ﷺ سراپا شجاعت و بہادری تھے، حضور ﷺ کی پوری زندگی اسی شجاعت و بہادری اور دلیری سے عبارت ہے، ذیل میں آپ ﷺ کی شجاعت و دلیری کے چند واقعات پیش کی جاتی ہیں:

مکہ مکرمہ کے سب سے بڑے پہلوان کسے مقابلہ

نبی کریم ﷺ کس قدر شجاع و بہادر تھے اس کا اندازہ اس سے بخوبی ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ملک عرب میں اپنی شجاعت و بہادری کی مثال نہ رکھنے والے پہلوان "رکانہ" کو لمحہ بھر میں شکست دے دی، امام قسطلانی مواہب اللدنیہ میں لکھتے ہیں:

"أنه كان بمكة رجل شديد القوة يحسن الصراع و كان الناس يأتونه من البلاد للمصارعة فيصرعهم. فبينا هو ذات يوم في شعب من شعاب مكة إذ لقيه رسول الله صلى الله عليه و سلم، فقال له: يا ركانة ألا تتقي الله و تقبل ما أدعوك إليه، أو كما قال له رسول الله صلى الله عليه و سلم، فقال له ركانة: يا محمد، هل من شاهد يدل على صدقك؟ قال: أرأيت إن صرعتك أتؤمن بالله و رسوله؟ قال: نعم يا محمد، فقال له: تهيأ للمصارعة، قال: تهيأت، فدنا منه رسول

* مضمون نگار امام احمد رضا لائبریری برہم پوری سرلاہی نیپال کے رکن ہیں۔

اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، فأخذہ ثم صرعہ، قال فتعجب رکانۃ من ذلک، ثم سألہ الإقالۃ والعودۃ، ففعل بہ ذلک ثانیا وثالثا. فوقف رکانۃ متعجبا وقال: إن شأنک لعجیب۔ (المواہب اللدنیہ، ج:ص:134-133، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرۃ) یعنی مکہ مکرمہ میں ایک طاقتور شخص تھا جو اچھا پہلوان تھا اور دوسرے علاقوں سے لوگ اس سے کشتی لڑنے آتے تو وہ ان کو بچھاڑ دیتا۔ ایک دن وہ مکہ شریف کی ایک وادی میں تھا کہ نبی اکرم ﷺ کی اس سے ملاقات ہوگئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے رکانہ! کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے اور میری دعوت کو قبول نہیں کرتے یا جو کچھ آپ نے فرمایا، رکانہ نے کہا اے محمد ﷺ! کیا آپ کی صداقت پر کوئی گواہ ہے؟ آپ نے فرمایا: بتاؤ اگر میں تمہیں بچھاڑ دوں تو تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ گے؟ اس نے کہا ہاں اے محمد! آپ ﷺ نے فرمایا: کشتی لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ، اس نے کہا: میں تیار ہو گیا، نبی اکرم ﷺ اس کے قریب ہوئے اور اس کو پکڑ کر بچھاڑ دیا، راوی کہتے ہیں: رکانہ کو اس پر تعجب ہوا پھر اس نے اپنی بات دہرائی اور دوبارہ کشتی لڑنے کے لیے کہا، دو تین مرتبہ ایسا ہوا تو رکانہ تعجب کرتے ہوئے کھڑا ہو گیا اور کہا: آپ کی شان عجیب ہے۔"

ابو الاسود جمعی پہلوان کو شکست

ابو الاسود جمعی بھی سرزمین عرب کا ایک نامی گرامی پہلوان تھا، علاقے کے تمام پہلوان اس سے خوف کھاتے تھے، اس کو بھی رسول اکرم ﷺ نے پچھاڑ دیا تھا، چناں چہ امام قسطلانی رضی اللہ عنہا اس حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں:

"وقد صارع صلی اللّٰہ علیہ وسلم، جماعۃ غیر رکانۃ، منہم أبو الأسود الجمحی، کما قالہ السہیلی. ورواہ البیہقی وکان شدیدا بلغ من شدتہ أنہ کان یقف علی جلد البقرۃ، ویجاذب أطرافہ عشرۃ لینزعوہ من تحت قدمیہ، فیتفری الجلد ولم یتزحزح عنہ، فدعا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، إلی المصارعۃ وقال: إن صرعتنی آمنت بک، فصرعہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، فلم یؤمن۔ (مصدر سابق، ص:134) یعنی نبی اکرم ﷺ نے رکانہ کے علاوہ بھی ایک جماعت کو بچھاڑا، ان میں ابو الاسود الجمعی بھی ہے جیسا کہ امام سہیل نے فرمایا اور امام بیہقی نے روایت کیا اور یہ شخص اس قدر سخت تھا کہ گائے کے چڑے پر کھڑا ہو جاتا اور دس آدمی اس کے کناروں کو کھینچتے تا کہ اس کے پاؤں کے نیچے سے نکالیں چڑا پھٹ جاتا لیکن اس کے پاؤں کے نیچے سے نہ نکلتا، اس نے نبی اکرم ﷺ کو مقابلے کے لیے بلایا اور کہا: اگر آپ مجھے بچھاڑ دیں تو میں آپ پر ایمان لاؤں گا، نبی اکرم ﷺ نے اسے بچھاڑ دیا لیکن وہ ایمان نہ لایا۔"

رکانہ کے بیٹے یزید کو شکست

اسی طرح رکانہ پہلوان کا بیٹا یزید بھی بڑا پہلوان تھا، اس کو بھی اللہ کے رسول ﷺ نے شکست سے دو چار فرمایا، البدایہ والنہایہ میں ہے:

"ان یزید بن رکانۃ صارع النبی فصرعہ النبی ثلاث مرات کل مرۃ علی مائۃ من الغنم فلما کان فی الثالثۃ قال: یا محمد! ما وضع ظہری الی الارض احد قبلک وما کان احد ابغض الی منک وانا اشہد ان لا الہ الا اللّٰہ وانک رسول اللّٰہ۔ (البدایہ والنہایہ، ج:3، ص:104، دار الفکر بیروت)

یعنی یزید بن رکانہ نے حضور نبی کریم ﷺ سے کشتی لڑی تو آپ ﷺ نے اسے تین بار پچھاڑا، ہر دفعہ (پچھاڑنے پر اس نے آپ ﷺ کو) سو بکریاں دینے کا وعدہ (کیا) تھا، تیسری بار شکست کھانے پر (آپ ﷺ نے اس سے تین سو بکریاں معاف کر دیں اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو) اس نے کہا: اے محمد! ﷺ آج سے پہلے کسی نے زمین کے ساتھ میری پشت نہیں لگائی تھی اور مجھے آپ ﷺ سے زیادہ کوئی شخص برا نہیں لگتا تھا لیکن اب میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ معبود برحق ہے اور آپ ﷺ اس کے رسول ہیں۔"

جنگ حنین میں نبی کریم ﷺ کی شجاعت و بہادری

حضرت براء بن عازب اور دوسرے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بیان فرمایا ہے: جنگ حنین میں بارہ ہزار مسلمانوں کا لشکر کفار کے حملوں کی تاب نہ لا کر واپس لوٹنے لگے اور کفار کی طرف سے لگاتار تیروں کا مینہ برس رہا تھا، اس وقت میں رسول اللہ ﷺ ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹے بلکہ سفید خچر پر سوار تھے اور حضرت ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور آپ اکیلے دشمنوں کے دل بادل لشکروں کے ہجوم کی طرف بڑھتے چلے جا رہے تھے، حدیث پاک میں ہے:

"جَاءَ رَجُلٌ إِلَى الْبَرَاءِ، فَقَالَ: أَكُنْتُمْ وَلَّيْتُمْ يَوْمَ حُنَيْنٍ يَا أَبَا عُمَارَةَ؟، فَقَالَ: أَشْهَدُ عَلَى نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا وَلَّى، وَلَكِنَّهُ انْطَلَقَ أَخِفَّاءُ مِنَ النَّاسِ وَحُسَّرٌ إِلَى هَذَا الْحَيِّ مِنْ هَوَازِنَ وَهُمْ قَوْمٌ رُمَاةٌ، فَرَمَوْهُمْ بِرِشْقٍ مِنْ نَبْلٍ كَأَنَّهَا رِجْلٌ مِنْ جَرَادٍ، فَانْكَشَفُوا فَأَقْبَلَ الْقَوْمُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبُو سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ يَقُودُ بِهِ بَغْلَتَهُ، فَنَزَلَ وَدَعَا وَاسْتَنْصَرَ وَهُوَ يَقُولُ: أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ، اللَّهُمَّ نَزِّلْ نَصْرَكَ۔ (صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، ح:1776) یعنی ایک آدمی حضرت براء رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور پوچھا: ابوعمارہ! کیا آپ لوگ حنین کے دن پیٹھ پھیر گئے تھے؟ تو انہوں نے کہا: میں اللہ کے نبی ﷺ کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے رخ تک نہیں پھیرا، کچھ جلد باز لوگ اور نہتے ہوازن کے اس قبیلے کی طرف بڑھے، وہ تیر انداز لوگ تھے، انہوں نے ان (نوجوانوں) پر اس طرح یک بارگی اکٹھے تیر پھینکے جیسے وہ ٹڈی دل ہوں، اس پر وہ بکھر گئے اور وہ (ہوازن کے) لوگ نبی کریم ﷺ کی طرف بڑھے، ابوسفیان (بن حارث) رضی اللہ عنہ آپ کے خچر کو پکڑ کر چلا رہے تھے، تو آپ نیچے اترے، دعا کی اور (اللہ سے) مدد مانگی، آپ فرما رہے تھے: "میں نبی ہوں، یہ جھوٹ نہیں، میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔ اے اللہ! اپنی مدد نازل فرما۔"

غزوۂ خندق میں نبی کریم ﷺ کی جواں مردی

اسی طرح غزوۂ خندق میں ہوا کہ ایک گڑھا کھودتے وقت ایک چٹان رکاوٹ بن رہی تھی اور کوششوں کے بعد بھی صحابہ کرام سے وہ چٹان نہ ہٹ سکی تو نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں رجوع کیا گیا تو حضور ﷺ نے اس چٹان کو ریزہ ریزہ کر دیا، مسند احمد ابن حنبل میں اس کی مکمل تفصیل یوں ہے:

"أمرنا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم بحفر الخندق، قال: وعرض لنا صخرة في مكان من الخندق، لا تأخذ فيها المعاول، قال: فشكوها إلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم، فجاء رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم، قال عوف: وأحسبه قال: وضع ثوبه ثم هبط إلى الصخرة، فأخذ المعول فقال: بسم اللّٰه، فضرب ضربة فكسر ثلث الحجر، وقال: اللّٰه أكبر أعطيت مفاتيح الشام، واللّٰه إنى لأبصر قصورها الحمر من مكانى هذا. ثم قال: بسم اللّٰه" وضرب أخرى فكسر ثلث الحجر فقال: اللّٰه أكبر، أعطيت مفاتيح فارس، واللّٰه إنى لأبصر المدائن، وأبصر قصرها الأبيض من مكانى هذا. ثم قال: ، بسم اللّٰه وضرب ضربة أخرى فقلع بقية الحجر فقال: اللّٰه أكبر أعطيت مفاتيح اليمن، واللّٰه إنى لأبصر أبواب صنعاء من مكانى هذا۔ (مسند احمد، ح: 18694) یعنی رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خندق کھودنے کا حکم دیا حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خندق کی جگہ میں ایک چٹان نکل آئی جو کدال اور پھاوڑوں سے نہیں ٹوٹ رہی تھی مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی شکایت کی۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے کہا پھر رسول اللہ ﷺ آئے اور زائد کپڑے رکھ کر چٹان کی طرف اتر گئے، آپ ﷺ نے کدال پکڑی اور بسم اللہ پڑھ کر ضرب لگائی تو اس سے تہائی چٹان ٹوٹ گئی آپ ﷺ نے فرمایا اللہ اکبر! مجھے ملک شام کی چابیاں دے دی گئیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

اللہ کی قسم میں اس جگہ سے ملک شام کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر بسم اللہ پڑھ کے دوسری ضرب لگائی تو پھر اس سے دوسری تہائی چٹان ٹوٹ گئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ اکبر! مجھے ملک فارس کی چابیاں دے دی گئیں اور اللہ رب العزت کی قسم! بے شک میں اس جگہ سے اس کے شہروں کو اور اس کے سفید محلات کو دیکھ رہا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر بسم اللہ پڑھ کر ایک اور ضرب لگائی اور وہ چٹان مکمل طور پر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ اکبر! مجھے یمن کی چابیاں دے دی گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اس جگہ سے صنعا کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شجاعت و بہادری صحابہ کرام کی نظر میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شجاعت کا یہ عالم تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے بہادر صحابی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شجاعت و بہادری بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"كُنَّا إِذَا احْمَرَّ الْبَأْسُ، وَلَقِيَ الْقَوْمُ الْقَوْمَ، اتَّقَيْنَا بِرَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم، فَمَا يَكُونُ مِنَّا أَحَدٌ أَدْنَى مِنَ الْقَوْمِ مِنْهُ۔ (مسند احمد ابن حنبل، مسند الخلفاء الراشدین، مسند علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ح:1347) یعنی جب معرکہ کارزار گرم ہوتا اور لوگوں سے لوگ ٹکراتے، تو ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آڑ میں آجاتے، پس لڑائی کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر لوگوں (مخالفین) کے قریب ہم میں سے کوئی نہیں ہوتا تھا۔"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شجاعت کے بارے میں بیان فرماتے ہیں:

"كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَحْسَنَ النَّاسِ وَكَانَ أَجْوَدَ النَّاسِ، وَكَانَ أَشْجَعَ النَّاسِ، وَلَقَدْ فَزِعَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَانْطَلَقَ نَاسٌ قِبَلَ الصَّوْتِ، فَتَلَقَّاهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاجِعًا، وَقَدْ سَبَقَهُمْ إِلَى الصَّوْتِ وَهُوَ عَلَى فَرَسٍ لِأَبِي طَلْحَةَ، عُرْيٍ فِي عُنُقِهِ السَّيْفُ، وَهُوَ يَقُولُ: لَمْ تُرَاعُوا، لَمْ تُرَاعُوا، قَالَ: وَجَدْنَاهُ بَحْرًا، أَوْ إِنَّهُ لَبَحْرٌ، قَالَ: وَكَانَ فَرَسًا يُبَطَّأُ- (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب شجاعۃ، ح:2307) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انسانوں میں سب سے بڑھ کر خوبصورت سب انسانوں سے بڑھ کر سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے، ایک رات اہل مدینہ (ایک آواز سن کر) خوف زدہ ہو گئے، صحابہ رضی اللہ عنہم اس آواز کی طرف گئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اس جگہ سے واپس آتے ہوئے ملے، آپ سب سے پہلے آواز (کی جگہ) تک پہنچے، آپ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے، آپ کی گردن مبارک میں تلوار حمائل تھی اور آپ فرمار ہے تھے، خوف میں مبتلا نہ ہو خوف میں مبتلا نہ ہو، (پھر) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم نے اس (گھوڑے) کو سمندر کی طرح پایا ہے یا (فرمایا) وہ تو سمندر ہے، انہوں (انس رضی اللہ عنہ) نے کہا: اور (اس سے پہلے) وہ سست رفتار گھوڑا تھا۔"

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ بڑھ کر بہادر اور شجاع، سخی اور پسندیدہ میری آنکھوں نے کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔

◆◆◆

ص ۴۰ کا بقیہ.........................

سحر و آسیب کے خاطر خواہ علاج میں بھی مفید ثابت ہوگا۔ اس لیے علما کو چاہیے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس پیاری سنت کو اختیار کریں اور اس کے درجنوں فوائد کا تجربہ کر کے معاملات کو آسان اور بہتر بنائیں۔

نہ گفتگو سے نہ وہ شاعری سے جائے گا
عصا اٹھاؤ کہ فرعون اسی سے جائے گا

◆◆◆

یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟ ہمیں اپنے تأثرات ضرور لکھیں، آپ کے تأثرات ماہنامہ سنی دنیا کے صفحات کی زینت بنیں گے، اگر آپ کاروباری ہیں تو رسالہ میں اپنے اشتہار دے کر اپنے کاروبار کو ترقی بھی دے سکتے ہیں۔

(از: مولانا محمد جسیم اکرم مرکزی*

عشقِ رسول ﷺ اور اس کے تقاضے

اسلامیات

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا ناز دوا اٹھائے کیوں

عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روحِ انسانی کی تسکین ہے، ایمان ہے، بلکہ جانِ ایمان ہے، جب تک حضور ﷺ کی محبت والدین، بھائی بہن اور تمام رشتوں سے بڑھ کر نہ ہو، کوئی شخص کامل الایمان نہیں ہوسکتا، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

"لا يُؤْمِنُ أحَدُكُمْ، حتّى أكُونَ أحَبَّ إلَيْهِ مِن والِدِهِ و وَلَدِهِ والنّاسِ أجْمَعِينَ۔" [صحیح بخاری شریف]

اللہ کی سرتابقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان، وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

حضور ﷺ کی شان اقدس میں ادنیٰ سی توہین و تنقیص بھی سببِ زوالِ ایمان ہے، کفر وارتداد ہے، ناموسِ رسالت کی حفاظت وصیانت ہر مومن کو جان ومال، آل واولاد، ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے، یہی وجہ ہے کہ جب بھی حرمتِ رسول ﷺ کی بات آتی ہے تو ہر بے ہنگم صورت میں مسلمان تڑپ اٹھتے ہیں اور اپنی محبتوں کا والہانہ اظہار کرتے ہوئے زبانِ حال سے کہتے ہیں:

اک جان ہی کیا گر ہوں کروڑوں شہ طیبہ
سب آپ کی ناموس پہ سرشار کریں گے
ہم بھی ہیں غلامانِ ابوبکر مدینہ
کیونکر نہ فدا آپ پہ گھر بار کریں گے

معاندین کی گھناؤنی سازش

دورِ حاضر میں جب دشمنانِ اسلام نے مسلمانوں کے اس جذبۂ ایثار کو دیکھا تو انہوں نے اپنی خبیث زبانوں کو نبی پاک ﷺ کی شان میں گستاخی کے لیے کھولا، تا کہ مسلمان مشتعل ہوں، احتجاج کریں، تا کہ ان معاندین کی تشہیر ہو اور وہ اپنے حلقے میں نمایاں ہوجائیں، کچھ بدبخت اپنی اس سازش میں کامیاب بھی ہو گئے، آج یہ ناپاک طریقہ شر پسندوں میں مقبول ہے کہ جس شخص پر شہرت کا جنون سوار ہوتا ہے، حضور پُر نور ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا ہے، ناموسِ رسالت پر انگلی اٹھاتا ہے اور مسلمان احتجاج کے لیے سڑکوں پر نکل آتے ہیں، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ گستاخ اپنی مراد کو پہنچ جاتا ہے اور مسلمانوں کو جانی ومالی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

احتجاج اور مسلمان

آج کل احتجاج تقریباً ہر ماہ، ہر ہفتے، بلکہ اب ہر روز کسی نہ کسی جگہ ضرور ہوتا ہے، فائدہ کتنا ہوتا ہے یہ تو نہیں معلوم، لیکن نقصان سب پر عیاں ہے: گھروں کی بربادی، گولیوں کی بارش، بے شمار زخمی، بیوہ عورتیں اور یتیم بچے! ایسی صورت میں سوال پیدا ہوتا ہے: کیا احتجاج کرنا شرعاً درست ہے؟ مجددِ اعظم، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ ایک سوال کے جواب میں فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

" بلاشبہ سلطنت اسلام کی حمایت اور اماکن مقدسہ کا تحفظ مسلمانوں پر فرض ہے، مگر ہر فرض بقدرِ قدرت ہے اور ہر حکم حسبِ استطاعت، جو شخص جو طریقہ برتنا چاہے اسے تین باتیں سوچ لینا ضرور ہے، اوّل: وہ طریقہ شرعاً جائز ہو، نہ محرمات وکفریات، جیسے آج کل لوگوں نے اختیار کیے ہیں۔ دوم: وہ طریقہ ممکن بھی ہو، اپنے آپ کو اس کے کرنے پر قدرت ہو کہ غیر مقدوریات کا اٹھانا شرعا بھی ممانعت ہے عقلا بھی حماقت۔ سوم: وہ طریقہ مفید بھی ہو، دقت اٹھائے پریشانی اٹھائے بلا کے لئے سینہ سپر ہو اور کرے وہ بات جو

محض غیر مفید و بے اثر ہو، یہ بھی شرعاً عقلاً کسی طرح مقبول نہیں۔" [فتاویٰ رضویہ، ج ۶، ص ۵-۶]

اسے بار بار پڑھیں اور خود سے سوال کریں کیا جو مطالبہ ہم حکومت سے کر رہے ہیں وہ اسے پورا کرے گی؟ ہمارا احتجاج کرنا مفید ہے؟ باا ثر ہے؟ اسی کتاب مبارک میں ایک دوسرے سوال کے جواب میں ہے:

"بلاشبہ حمایت سلطنت اسلامیہ وحفاظت اماکن مقدسہ میں، وسعت واستطاعت کی شرط قرآن عظیم سے ہے اور اس کے طرق میں جائز و ممکن و مفید کی تحدید شرع قویم وعقل سلیم سے، قال اللہ تعالیٰ: لَا يُكَلِّفُ اللهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا - اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر، وقال اللہ تعالیٰ: فَاتَّقُوا اللهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ - اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے، شرع الٰہی عزّ وجل منزّہ ہے، اس سے کہ ناجائز وحرام یا ناممکن وغیر مقدور یا نامفید عبث کا حکم دے، قال اللہ تعالیٰ: اِنَّ اللهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ - اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا، وقال تعالیٰ: وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ - اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہ منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات سے، و قال تعالیٰ: وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا - اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ہم کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتے مگر اس کی طاقت بھر۔" [فتاویٰ رضویہ، جلد ۶ قدیم ص: ۸]

حالیہ احتجاج کے نقصانات

بریلی شریف میں ۲۶ / اکتوبر بروز جمعہ کو ہونے والے احتجاج کے نتیجے میں پولیس نے بلا تفریق لاٹھی چارج کیا، کتنے ہی مسلمان زخمی ہوئے اور کتنے گرفتار ہوئے، اس کے بعد حکومت کی طرف سے بیان آیا: مولانا کو پتہ نہیں تھا کہ شاسن کس کا ہے...... ایسی سزا دیں گے جسے سات نسلیں یاد رکھیں گی اور یہ بات صرف بیان تک محدود نہیں، بلکہ اس پر عمل جاری ہے، گھر توڑے جا رہے ہیں، رات کے وقت مسلم نوجوانوں کی گرفتاریاں ہو رہی ہیں اور تھانے میں لے جا کر بے دردی سے زد و کوب کیا جا رہا ہے، مدارس میں چھٹیاں ہو گئی ہیں، بیچ چوراہے سے مسلمانوں کو اٹھا لیا جا رہا ہے، تعلیم کا خسارہ، جان کا خسارہ، مال کا خسارہ، وقت کا خسارہ، عزت کا خسارہ اور ایسا بھی نہیں کہ لوگوں کے علم میں نہ تھا کہ حکومت کا ردعمل ایسا ہوگا، بلکہ سب کو ظن غالب تھا اور ہے کہ اس وقت مسلمان کچھ بھی کرے فوراً اسے مجرم قرار دے کر کارروائی کی جائے گی۔ ایسے میں پھر احتجاج کا کیا فائدہ؟ نہ جانے کتنے مسلمان لاٹھی اور گولی کھا کر زخمی ہوئے، کتنوں کی جان بھی چلی گئی، ترمذی شریف کی حدیث پاک ہے:

"لَزوالُ الدُّنیا أهونُ علی اللهِ من قتلِ مسلمٍ۔ یعنی یقیناً اللہ جل جلالہ کے نزدیک پوری دنیا کا زوال ایک مسلمان کے قتل سے زیادہ ہلکا ہے۔"

مسلمان اور عشقِ رسول ﷺ کے تقاضے

حضور ﷺ سے عشق کا تقاضا یہ ہے کہ ہم شریعت کے پابند رہیں، شریعت ہمیں غیر مفید احتجاج کی ہرگز اجازت نہیں دیتی، ناموسِ رسالت کی حفاظت ہر مسلمان پر فرض ہے، مگر ہر ایک پر اس کی استطاعت کے مطابق، آج کے حالات میں یہ فریضہ زبان وقلم سے ادا کیا جائے، تلوار وسنان سے نہیں، کیوں کہ ہم اس پر قادر نہیں اور قتل کی سزا دینا حکام کا کام ہے، عام لوگوں کا نہیں، تو ظاہر ہے کہ ہمارے لیے یہی راستہ ہے کہ ہم زبان وقلم سے اس فریضے کو انجام دیں۔ حسام الحرمین میں ہے، علامہ شیخ حامد احمد محمد الجداوی حفظہ اللہ عن شر کل غبی وغاوی فرماتے ہیں:

"فان تاب و الا وجب قتله و قتاله و كان فی مستقر سقر مآله الا ان القلم احد اللسانين و ان اللسان احد السنانين۔ یعنی پس اگر توبہ کر لے فبہا ورنہ قتل کرے اور قتال کرے اور ان کا ٹھکانہ ٹھیک جہنم میں ہے، قلم بھی ایک زبان ہے اور زبان بھی ایک نیزہ ہے۔" [حسام الحرمین، ص: ۱۵۷]

اس کے حاشیہ میں ہے:

"یہ احکام تو سلطان اسلام کے لیے ہیں کہ تھوڑے ہوں تو ان کو سزائے موت دے اور جتھا ہو تو ان پر فوج اسلام بھیجے اور علما وعوام کے لیے یہ ہے کہ تحریر وتقریر سے ان کا رد کریں

جیسا کہ آگے خود فرمایا ہے کہ قلم بھی ایک زبان ہے اور زبان بھی ایک نیزہ ہے۔" [حسام الحرمین، ص ۱۰۷]

اس سے صاف ظاہر ہے کہ علما کا کام ہے زبان وقلم سے ناموس رسالت کی حفاظت کرنا، گستاخیوں کی تردید کرنا اور حکام کا کام ہے سزا دینا، لیکن جہاں اسلامی حکومت نہ ہو تو وہاں کیا کیا جائے؟ وہاں کے لیے مسلمانوں کو یہی حکم ہے کہ بالکلیہ گستاخ رسول سے مقاطعہ کرلیا جائے، زبان و بیان سے اس کی تردید کی جائے اور ممکن ہو تو حکومت سے اس کی سزا کا مطالبہ کیا جائے خود سے قانون ہاتھ میں نہ لیا جائے کہ یہ شرعاً بھی جائز نہیں، چنانچہ اسی حسام الحرمین میں ہے:

"جان لیجیے کہ دنیا میں گردنیں مارنا بس حکام ہی کے سپرد ہے نہ عام (رعایا) کے، جس طرح آخرت میں عذاب دینا صرف ذوالجلال والاکرام کے ہاتھ، رہے اور لوگ جو سلاطین وحکام کے سوا ہیں اُن کا فرض فقط زبان سے رد اور بیان سے جھڑکنا اور اہل اسلام کو شیاطین کے میل جول سے بچانا اور کام حکام تک پہنچانا ہے، لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ اللہ تعالیٰ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کے بوتے بھر بلکہ حقیقۃً فقہائے کرام نے کتب فقہ میں مصرح ارشاد فرمایا ہے کہ جو کسی مرتد کو بے حکم بادشاہ قتل کر دے اسے بادشاہ سزا دے۔

جب ممالک اسلامیہ میں یہ حکم ہے تو ان کے ماسوا میں کیسے نہ ہوگا کیوں کہ مرتد کے قاتل کو غیر مسلم حکام یقینی قتل کر دیں گے تو اس (قتل مرتد) میں اپنے ہاتھوں اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا تُلْقُوا بِاَيْدِيكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ۔ اپنے ہاتھوں اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالو اور اپنے نفس مسلم کو ایک کافر جان کے عوض قتل کے لیے پیش کرنا ہے۔" [حسام الحرمین، ص ۱۳۸]

احتجاج اور اتحاد

احتجاج اسی وقت کارگر ثابت ہوسکتا ہے جب سب مل کر کریں، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ہی شہر میں، ایک ہی قصبے میں، روزانہ احتجاج ہو رہا ہے، لیکن آج فلاں گاؤں سے، کل فلاں گاؤں سے، احتجاجی ریلیاں نکلتی ہیں، جس کے نتیجے میں کوئی فائدہ تو نہیں لیکن جانی مالی نقصان بکثرت ہوتا ہے، ایسی صورت میں ایک شہر کے سارے حضرات جن میں علما، وکلا، نیتا سب یکجا ہو کر کوئی لائحۂ عمل تیار کریں تو مفید وکارگر ثابت ہوسکتا ہے، خواہ وہ احتجاج ہی کیوں نہ ہو لیکن ہم دیکھتے ہیں ہمارے درمیان اتحاد ہی کا فقدان ہے تو ظاہر ہے کہ کوئی بھی آسانی سے ہم پر حاوی ہوسکتا ہے۔

راقم الحروف کے استاذ علامہ عاشق حسین کشمیری دام ظلہ العالی نے ایک حکایت بیان کی: جنگل میں دو بیل ایک ساتھ رہتے تھے، ایک کا رنگ کالا تھا دوسرے کا سفید! شیر یہ چاہتا تھا کہ دونوں کا شکار کرلے، لیکن نہیں کر پاتا تھا۔ بارہا کوشش کرتا لیکن ناکام ہو جاتا، پھر اس کو کسی جانور نے مشورہ دیا کہ پہلے دونوں کے اتحاد کو توڑ دو، اس کے بعد ایک کو اپنا ساتھی بنالو اور دوسرے پر حملہ کردو۔ شیر نے یہی کیا، پہلے دونوں کے درمیان تفریق کرادی اور کالے بیل کو اپنا ساتھی بنالیا، پھر اس کے ساتھ مل کر سفید بیل پر حملہ کر کے کھالیا۔ کچھ دن بعد کالے بیل پر بھی شیر نے حملہ کرنا چاہا تو کالے بیل نے کہا میں تو اسی دن مر گیا تھا جس دن سفید بیل سے الگ ہوا تھا، اسی لیے کہا جاتا ہے: اتحاد زندگی اور اختلاف موت ہے۔

متحدہ ہو تو بدل ڈالو نظام گلشن
مختلف ہو تو مگر شور مچاتے کیوں ہو

خلاصۂ کلام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کا تقاضا یہی ہے کہ شریعت کی پیروی کی جائے، دائرۂ شریعت میں رہ کر افعال انجام دیے جائیں، اللہ تعالیٰ نے جس کا مکلف بنایا وہی کریں، یہ نہیں کہ جو کام حکمرانوں کا ہے، عوام اس کی انجام دہی میں کمر بستہ ہو جائیں، ہمارا فرض یہ ہے کہ زبان وقلم سے ناموسِ رسالت کا دفاع کریں، لوگوں کے لیے اس فرق کو واضح کریں، قوم کو حکمت و دانائی کے ساتھ راہِ حق کی طرف متوجہ کریں اور انھیں مشکلوں کے سپرد نہ کریں، اللہ تعالیٰ ہمیں حکمت و دانائی سے کام لینے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔ ◆◆◆

از: ڈاکٹر فیض احمد چشتی*

گیارہویں شریف اور اس کے جواز کا ثبوت

گیارہویں شریف ایک ایسا نیک عمل ہے جو صدیوں سے مسلمانوں میں جاری ہے لیکن تحریک وہابیت کے بعد گونا گوں اعتراضات کی زد میں ہے، فقیر نے اس مضمون میں ثابت کیا ہے کہ گیارہویں شریف ایصالِ ثواب کا دوسرا نام ہے، اسی لئے اُصولی طور تو اس پر کوئی اعتراض نہیں، ہاں جاہلوں کا منہ کون بند کرے! فقیر کے اس مضمون سے ایسے جاہلوں کو دندان شکن جواب دیا جاسکتا ہے، اللہ عزوجل بطفیل حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبصدقہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقیر کی اس مساعی کو قبول فرما کر ہم سب کے لیے توشۂ راہ آخرت اور مستفیدین کے لیے مشعلِ راہ ہدایت بنائے، آمین۔

مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے، عاص بن وائل نے وصیت کی کہ اس کی طرف سے سو غلام آزاد کئے جائیں تو اُس کے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کردئیے، اس کے دوسرے بیٹے عمرو بن العاص رضی للہ تعالیٰ عنہ نے چاہا کہ باقی پچاس غلام آزاد کر دے، وہ کہتے ہیں یہاں تک کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ میرے باپ نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی اور ہشام نے پچاس غلام آزاد کر بھی دئیے ہیں اور باقی پچاس غلام رہتے ہیں، میں وہ آزاد کردوں؟ تو رسول للہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"انہ لو کان مسلم فاعتقتم عنہ او صدقتم عنہ او حججتم عنہ بلغہٗ ذالک، رواہ ابو داؤد۔ (مشکوٰۃ باب الوصایا، ص ٢٦٦)

ترجمہ: اگر وہ مسلمان ہوتا تو پھر تم اُس کی طرف سے غلام آزاد کرتے یا اُس کی طرف سے کوئی صدقہ کرتے یا اُس کی طرف سے حج کرتے تو اُس کو ثواب (فائدہ) پہنچتا۔"

دوسری حدیث جس کے راوی حضرت جابر رضی للہ تعالیٰ عنہ ہیں، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"کل معروفٍ صدقۃٌ رواہ امام احمد۔ (مشکوٰۃ باب فضل الصدقۃ، ص ١٦٨) ہر کار خیر صدقہ ہے۔''

فرض، واجب کا ثواب ایصال نہیں ہوسکتا، صدقات نافلہ کا ثواب ایصال ہوسکتا ہے، اَب حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سامنے رکھا جائے تو فوت شدگان کی دو قسمیں ہوگئیں، ایک قسم تو کافروں اور نام نہاد مسلمانوں کی اور دوسری قسم صحیح العقیدہ مسلمانوں کی، پہلی قسم کو ایصال ثواب کرنا بے کار اور فضول خرچی ہے اور اُن کے ورثا کو اس فضول خرچی سے واقع ہی گریز کرنا چاہیے اور وہ گریز کرتے بھی ہیں، جب کہ فوت شدگان کی دوسری قسم کو ہر قسم کے صدقات نافلہ کا ثواب پہنچ سکتا ہے اور اُن کے ورثا بھی الحمدللہ اُن کو ایصال ثواب کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ راستے میں پڑے ہوئے پتھر یا کانٹوں کو لوگوں کے آرام کی غرض سے ہٹا دینا کہ گزرنے والوں کو تکلیف نہ ہو اور یہ نیت کرلینا کہ اے للہ کریم میرے اس عمل کا ثواب فلاں فوت شدہ کو پہنچے، تو جائز ہے درست ہے، ایصال ثواب کے لئے کوئی ایک طریقہ مخصوص سمجھنا نادانی اور جہالت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمان ابتدا ہی سے مختلف انداز میں ایصالِ ثواب کا اہتمام کرتے رہے، کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے ان شاء اللہ، موجودہ دور میں ایصالِ ثواب کے پروگرام مختلف ناموں سے جانے اور پہچانے جاتے ہیں، جن میں ایک نام ''گیارھویں'' کا بھی آتا ہے، حضور غوث اعظم سیّدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ (غوث اعظم اور رضی للہ عنہ کہنے کی وضاحت مضمون کے آخر میں کردی گئی ہے) سے عقیدت ومحبت کی وجہ سے ہر اسلامی مہینے کی گیارہ تاریخ کو مسلمان آپ کی روح کو

اسلامیات

ایصالِ ثواب کرتے ہیں، گیارہ تاریخ کو ایصالِ ثواب کرنے کی وجہ سے اس ایصالِ ثواب کا نام ''گیارہویں'' مشہور ہو گیا اور مہینے کی گیارہ تاریخ کو مقرر کرنے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ اپنی سہولت کے لئے اور یہ کہ اس کا اہتمام یاد رہے، اس کے علاوہ یہ مقصد ہرگز نہیں کہ اس دن کے سوا ثواب پہنچتا ہی نہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں حضور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی تاریخ گیارہ ربیع الآخر مشہور ہے، اہل سنت ہر سال گیارہ ربیع الآخر کو آپ کے عرس یعنی یومِ وصال کے دن آپ کی روح کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں، بعض بزرگوں کے نزدیک آپ کے وصال کی تاریخ نو ربیع الآخر ہے، برّصغیر پاک و ہند میں ہر اسلامی مہینہ کی گیارہ تاریخ کو آپ کی روح کو ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے، یعنی ایصالِ ثواب میں کوئی بندش نہیں ہے، چاہے ہر سال ایصالِ ثواب کیا جائے، چاہے ہر مہینہ، چاہے ہر روز کیا جائے، اسلام میں سال کے سارے دنوں میں ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے۔

فوت شدگان کے لئے دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہے، نام بدلنے سے کوئی خرابی نہیں آتی، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری زمانہ مبارک میں تعلیم گاہ کا نام ''صُفہ'' تھا، اب اس کے کئی نام ہیں مثلاً مدرسہ، مکتب، اسکول وغیرہ، گیارہویں کا ایصالِ ثواب کے علاوہ کوئی اور مطلب ومفہوم نہیں، باقی ہر قسم کے اعتراضات، شکوک وشبہات من گھڑت اور بے بنیاد ہیں، مسلمانانِ اہل سنت اس ایصالِ ثواب کو فرض، واجب اور سنت نہیں سمجھتے، نہ ہی اہل سنت کے کسی معتبر ومستند عالم دین کی تحریر میں ایسا ملے گا، اہل سنت صرف اسے مستحسن یعنی ایک اچھا فعل سمجھتے ہیں، کسی مسلمان کو ایصالِ ثواب کرنا اچھا فعل ہی ہے، بُرا کام نہیں، باقی جھوٹے الزامات لگا کر یا کسی جاہل کے فعل کو دیکھ کر مسلمانوں کے متعلق بدگمانی کرنا اچھا نہیں۔

حافظ صلاح الدین غیر مقلد، ایڈیٹر ہفت روزہ الاعتصام، لاہور، اپنی کتاب ''قبر پرستی'' میں لکھتے ہیں: ''گیارہویں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کی خوشنودی کے لئے کی جاتی ہے اور اس میں یہ عقیدہ کارفرما ہوتا ہے کہ گیارہویں سے حضرت پیر صاحب خوش ہوں گے، جس سے ہمارے کاروبار میں ترقی ہوگی، ہماری حاجات پیر صاحب پوری فرمائیں گے اور اگر ہم نے گیارھویں میں کوتاہی کی تو پیر صاحب ناراض ہوں گے، جس سے ہمارا کاروبار ٹھپ ہو جائے گا اور ہماری حاجات پوری ہونے سے رہ جائیں گی۔ (ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث، لاہور، شمارہ ۱۹/۱ اکتوبر ۱۹۸۷ء، صلاح الدین یوسف، قبر پرستی، ص ۱۴۶)

حافظ صلاح الدین صاحب نے الزام لگاتے ہوئے یہ نہیں بتایا کہ اہل سنت کی فلاں کتاب میں یہ عقیدہ لکھا ہے، یا فلاں مستند عالم دین یا مفتی نے یہ کہا ہے، بس یہ غیر مقلدین ایسے ہی بہتان لگا کر اور مفروضے قائم کر کے اہل سنت کے معمولات کا مذاق اُڑاتے رہتے ہیں، تاکہ مسلمانوں میں انتشار اور تفرقہ بازی ختم نہ ہو سکے، قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی رو سے مومن کے حق میں بدگمانی حرام ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"یاایھاالذین امنو اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم۔ (سورہ الحجرات:۱۲) ترجمہ: اے ایمان والو اکثر گمانوں سے بچو بے شک بعض گمان گناہ ہیں۔"

حدیث شریف میں ہے:

"ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث۔ (بخاری شریف، جلد ۲، ص ۸۹۶) ترجمہ۔ بدگمانی سے دور رہو بدگمانی بدترین جھوٹ ہے۔"

دوسری حدیث میں ہے:

"افلا شققت عن قلبه حتی تعلم اقالها ام لا۔ (مسلم شریف، جلد ۲، ص ۳۲۶) ترجمہ: تونے اس کے دل کو چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا کہ تجھے معلوم ہوجاتا کہ اس نے دل سے کلمہ کہا ہے یا نہیں۔"

گیارھویں صالحین کی نظر میں

حضرت محقق شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب ''ماثبت من السنۃ'' میں لکھتے ہیں کہ: میرے پیر و مرشد شیخ

عبدالوہاب متّقی مہاجر مکّی رحمۃ للّٰد تعالیٰ علیہ نو ربیع الآخر کو حضرت غوثِ اعظم رضی للّٰد عنہ کا عرس کرتے تھے" بے شک ہمارے ملک میں آج کل گیارہویں تاریخ مشہور ہے اور یہی تاریخ آپ کی ہندی اولاد و مشائخ میں متعارف ہے۔ (ما ثبت من السنۃ، ص ۱۶۷)

حضرت شیخ محقق عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ للّٰد تعالیٰ علیہ اپنی دوسری تصنیف "زاد المتقین فی سلوک طریق الیقین" میں لکھتے ہیں: حضرت غوث پاک کا عرس نویں ربیع الآخر کو کیا جاتا ہے، بہجۃ الاسرار کی روایت کے مطابق یہی صحیح تاریخ ہے، اگرچہ ہمارے دیار میں گیارھویں تاریخ مشہور ہے۔" (زاد المتقین فی سلوک طریق الیقین، ص ۱۲۵)

گیارہ ربیع الآخر کو حضور غوث پاک رضی للّٰد تعالیٰ عنہ کا عرس منانا بزرگوں کا معمول رہا ہے، چنانچہ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ للّٰد علیہ اپنی مشہور تصنیف "اخبار الاخیار" میں لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ امان للّٰد پانی پتی رحمۃ للّٰد علیہ (متوفی ۹۹۷ھ) گیارہ ربیع الآخر کو حضرت غوث پاک کا عرس کرتے تھے۔ (ص ۴۹۸)

شیخ عبدالحق محدّث دہلوی علیہ الرحمہ غیر مقلدین کی نظر میں

نواب صدیق حسن خاں بھوپالوی کی تحریر ہے: ہندوستان میں مسلمانوں کی فتوحات کے بعد ہی سے علم حدیث معدوم تھا، یہاں تک کہ للّٰد تعالیٰ نے اس سرزمین میں اپنا فضل و احسان کیا اور یہاں کے بعض علما جیسے شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ للّٰد علیہ وغیرہ کو اس علم سے نوازا، شیخ ہندوستان میں علمِ حدیث کو لانے اور اس کے باشندوں کو اس کا فیض عام کرنے والے پہلے شخص ہیں۔" (دو روشن ستارے، از عبدالرشید عراقی، ص ۹۰، بحوالہ الحطہ فی ذکر صحاح الستہ، از نواب صدیق حسن خاں، ص ۷۰)

مسعود عالم ندوی نے لکھا ہے: ان (شیخ عبدالحق محدّث دہلوی) کی ذات سے شمالی ہند میں علم حدیث کی زندگی ملی اور سنت نبوی کا خزانہ ہر خاص و عام کے لئے عام ہو گیا۔۔۔ہم آج ان کے شکر گزار ہیں اور علمی خدمات کا دل سے اعتراف کرتے ہیں۔"

(دو روشن ستارے، از عبدالرشید عراقی، بحوالہ الفرقان، لکھنؤ، شاہ ولی للّٰد نمبر، ص ۳۷)

غیر مقلد عالم محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے شیخ عبدالحق محدّث دہلوی علیہ الرحمہ کے بارے میں لکھا ہے: مجھ عاجز کو آپ کے علم وفضل اور خدمت علم حدیث اور صاحبِ کمالات ظاہری و باطنی ہونے کی وجہ سے حسنِ عقیدت ہے، آپ کی کئی تصانیف میرے پاس موجود ہیں جن سے میں بہت سے علمی فوائد حاصل کرتا رہتا ہوں۔" (تاریخ اہل حدیث، ص ۲۷۴)

شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللّٰہ علیہ علمائے دیوبند کی نظر میں

حکیم الامت دیوبند جناب اشرف علی تھانوی کی تحریر ہے: بعض اولیاء للّٰد ایسے بھی گزرے ہیں کہ خواب یا حالتِ غیبت میں روزمرہ ان کو دربار نبوی (صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں حاضری کی دولت نصیب ہوتی تھی، ایسے حضرات صاحبِ حضوری کہلاتے ہیں، انہیں میں سے ایک حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی ہیں کہ یہ بھی اس دولت سے مشرّف تھے اور صاحبِ حضوری تھے۔" (فوائد جامعہ برعجالہ نافعہ، ص ۲۲۱ / بحوالہ الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، ج ۷، ص ۶)

آیۃ اللّٰہ، حجۃ اللّٰہ، سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ للّٰد علیہ گیارھویں کے متعلق فرماتے ہیں: حضرت غوثِ اعظم رضی اللّٰہ عنہ کے روضہ مبارکہ پر گیارھویں کو بادشاہ وغیرہ شہر کے اکابر جمع ہوتے، نماز عصر کے بعد مغرب تک کلام اللّٰہ کی تلاوت کرتے اور حضرت غوثِ اعظم کی مدح اور تعریف میں منقبت پڑھتے، مغرب کے بعد سجادہ نشین درمیان میں تشریف فرما ہوتے اور ان کے ارد گرد مریدین حلقہ بگوش بیٹھ کر ذکر جہر کرتے، اسی حالت میں بعض پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی، اس کے بعد طعام شیرینی جو نیاز تیار کی ہوتی، تقسیم کی جاتی اور نماز عشا پڑھ کر لوگ رخصت ہو جاتے۔ (ملفوظاتِ عزیزی، ص ۶۲)

شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی علماء دیوبند و غیر مقلدین کی نظر میں

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی غیر مقلد نے لکھا: شاہ عبدالعزیز بن شیخ اجل ولی للّٰد محدث دہلوی بن شیخ عبدالرحیم عمری رحمہم للّٰد، استاذ الاساتذہ، امام نقاد، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف اور دیارِ ہند کے خاتم المفسرین و محدثین اور اپنے وقت میں علما و مشائخ کے مرجع تھے، تمام علومِ متداولہ اور غیر متداولہ میں خواہ فنونِ عقلیہ ہوں یا عقلیہ، ان کو جو دستگاہ حاصل تھی وہ بیان سے باہر ہے۔" (اتحاف النبلاء، مطبوعہ کانپور ۱۲۸۷ھ، ص ۲۹۶)

محمد ابراہیم میر سیالکوٹی غیر مقلد کی رائے ہے: بڑے بڑے علما آپ کی شاگردی پر فخر کرتے ہیں اور فضلا آپ کی تصنیف کردہ کتابوں پر کامل بھروسہ رکھتے ہیں۔" (تاریخ اہل حدیث، ص ۲۸۸)

مولوی سرفراز خاں صفدر دیوبندی (گوجرانوالہ) کی رائے ہے: بلاشبہ مسلکِ دیوبند سے وابستہ جملہ حضرات شاہ عبدالعزیز صاحب کو اپنا روحانی پیشوا تسلیم کرتے ہیں اور اس پر فخر بھی کرتے ہیں، بلاشبہ دیوبندی حضرات کے لیے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کا فیصلہ حکم آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔" (اتمام البرہان، حصہ اوّل، مطبوعہ گوجرانوالہ ۱۹۸۱ء، ص ۱۳۸)

حضرت شیخ عبدالوہاب متقی مکی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ امان اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، یہ تمام بزرگ دینِ اسلام کے عالم و فاضل تھے اور ان کا شمار صالحین میں ہوتا ہے، ان بزرگوں نے گیارھویں شریف کا ذکر کر کے کسی قسم کا شرک و بدعت کا فتویٰ نہیں دیا، صلحا کا طریقہ جائز ہوتا ہے۔

غیر مقلدین کا فتویٰ

اب ہم غیر مقلدین کے مشہور عالم مولوی ثناء اللہ امرتسری کے فتوے نقل کرتے ہیں جس میں صالحین کے طریقہ کار کو جائز اور درست لکھا ہے، مولوی ثناءللہ امرتسری سے سوال کیا گیا کہ چینی کی رکابیوں پر جو لوگ عربی وغیرہ لکھ کر بیماروں کو پلاتے ہیں، یہ درست ہے یا نہیں؟ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ: آیات قرآنی کو لکھ کر پلانا بعض صلحا نے جائز لکھا ہے۔" (اخبار اہل حدیث، امرتسر ۲۲ محرم ۶۲ ۱۳ھ، فتاویٰ ثنائیہ، جلد ثانی، باب ہفتم مسائل متفرقہ، مرتبہ، مولانا محمد داؤد راز، ص ۶۸)

مولوی صاحب سے ایک سوال کیا گیا کہ: جو لوگ تعویذ وغیرہ لکھ کر باندھتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ (میر عظمت للہ، مدراس) مولوی صاحب جواب میں لکھتے ہیں کہ: تعویذ کا مضمون اگر قرآن و حدیث کے مطابق ہو یعنی شرکیہ نہ ہو تو بعض صلحا بچوں کے گلے میں ڈالنا جائز کہتے ہیں، اللہ اعلم۔ (اہل حدیث، ۲۹ محرم ۶۲ ۱۳ھ، فتاویٰ ثنائیہ، جلد ثانی، باب ہفتم مسائل متفرقہ، مرتبہ، مولانا محمد داؤد راز، ص ۶۸)

الحمدللہ ان دونوں فتووں سے ثابت ہوا کہ جس کام کو صلحا یعنی نیک لوگ جائز سمجھیں وہ کام جائز ہے، شرک و بدعت اور ناجائز نہیں ہے، حضور غوث اعظم رضی للہ عنہ کی گیارھویں یعنی آپ کے لئے ایصال ثواب کو صالحین نے جائز سمجھا ہے، تو ان کے فیصلہ کو ماننا چاہیے اور امت مسلمہ پر شرک و بدعت کے فتوے لگا کر تفرقہ بازی سے اجتناب کرنا چاہئے۔

◆◆◆

ص ۴۷ ر کا بقیہ ......

اور ملنسار ہیں، علم و روحانیت، حکمت و ادب اور حسنِ اخلاق کی تابانیوں نے آپ کی شخصیت کے چاند کو اس قدر منور و ممتاز کر دیا ہے کہ اہلِ علم کے درمیان دور ہی سے پہچان لیے جاتے ہیں، آپ کی قیادت و سربراہی میں خانقاہ شہبازیہ دن بدن ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے، اللہ رب العزت جماعت اہلِ سنت پر آپ کا ظلِّ ہمایونی تادیر قائم و باقی رکھے، آمین۔

◆◆◆

ص ۴۹ ر کا بقیہ ......

پُرنور نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: مخلوق کے باہمی حقوق روز قیامت ضرور ضرور بلاشبہ ادا کروائے جائیں گے۔ یہاں تک ہوگا کہ اگر (مثلاً) سینگ والی بکری نے، مُنڈی بکری کو سینگ مارا تھا تو اس کا بھی بدلہ دلا دیا جائے گا۔"

......جاری

قارئین کرام توجہ فرمائیں

ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کر کے مطلع فرمائیں تا کہ محکمۂ ڈاک میں شکایت کر کے رسالہ پہنچایا جا سکے۔ 8755096981 پر ہمیں ضرور مطلع فرمائیں۔

احوال قوم وملت

از: مولانا محمد مبشر حسن مصباحی*

چھٹ پوجا اور مسلم خواتین کی جہالت
شرکیہ عقائد اور ہماری ذمہ داریاں

سوشل میڈیا کے توسط سے اور براہ راست جانکاری کے مطابق چھٹ تہوار کے موقع سے مسلم عورتیں شرکیہ عقائد کی ناواقفیت کی وجہ سے سوریا یگیہ منت مان لیتی ہیں، تکمیل نذر کے لیے گھاٹ پر جاتی ہیں اور کتنی عورتیں شیرینی اور کیلا نذر بھیجتی ہیں اور اسی طرح کے بہت سے کفریہ عقائد ہیں جنہیں وہ نہیں جانتی ہیں اور کرتی ہیں۔

اسلام میں مرد وزن کے لیے دینی تعلیم حاصل کرنا اسی لیے فرض قرار دیا گیا ہے کہ کفریہ عقائد کا علم حاصل ہوجائے، لیکن صد افسوس! ہم عربی اردو ناظرہ پڑھنے لینے کو دینی تعلیم کی فرضیت سے سبکدوشی سمجھتے ہیں، چاہے ہمیں عقائد کا علم ہو یا نہ ہو، برائیوں سے بچنے وبچانے کی پہلی ذمہ داری خود اپنی ذات کی اور گھر کے گارجین کی ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ - اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے اس پر بڑے سخت دل اور قوی ہیکل فرشتے مقرر ہیں، وہ ذرا سی بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہ وہی کرتے ہیں جن کا اللہ انہیں حکم دیتا ہے۔"

پھر علما اور داعیان اسلام کی ذمہ داریاں ہیں، علما اور ائمہ مساجد میں جمعہ کی تقریروں کا عنوان اگر عقائد واحکام بنالیں، مسلم معاشرے سے جہالت ختم ہوسکتی ہیں، لیکن افسوس آج ہر گاؤں اور شہر میں درجنوں علما اور ائمہ ہیں، مدارس ومساجد ہیں لیکن کفریہ شرکیہ عقائد کی بہتات ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ-لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ-كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ-لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ- ترجمہ: اور اللہ کے ساتھ دوسرے خدا کی عبادت نہ کر، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کی ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے، اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم پھیرے جاؤ گے۔"

تمام مسلم مرد وعورت بالخصوص داعیان اسلام کے لیے شرکیہ عقائد کی حقیقتوں سے جانکاری لازمی ہے، آیے ملاحظہ کریں۔

چھٹ کی کیا حقیقت ہے

چھٹ ہندو مذہب کا ایک تہوار ہے، یہ تہوار برصغیر کے مختلف حصوں میں منایا جاتا ہے، چھٹ میں سورج کی پوجا کی جاتی ہے، چھٹ پوجا کی روایت کیسے شروع ہوئی؟ اس بارے میں بہت سی کہانیاں مشہور ہیں۔ ایک عقیدے کے مطابق، جب رام اور سیتا 14 سال کی " بنواس "یعنی جلاوطنی کے بعد ایودھیا واپس آئے، توانہوں نے راون کے قتل کے گناہ سے خود کو بری کرنے کے لیے رشی منیوں کے حکم پر سوریہ یگیہ (سورج کی پوجا) کرنے کا فیصلہ کیا۔

رام نے پوجا کے لیے مگدل رشی کو مدعو کیا، مگدل رشی نے گنگا کا پانی چھڑک کر سیتا کو پاک کیا اور کارتک مہینے میں سورج دیوتا کی پوجا کرنے کا حکم دیا، ہندو عقیدے کے مطابق یہ کہانی مشہور ہے کہ چھٹ کا تہوار مہابھارت کے دور سے شروع ہوا تھا۔ یہ تہوار سب سے پہلے سوریا کا بیٹا" کرن "نے سورج کی پوجا کرکے شروع کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ "کرن" سوریا کا بہت بڑا عقیدت مند تھا اور وہ روزانہ گھنٹوں پانی میں کھڑا رہتا تھا اور اسے ارگھیہ پیش کرتا تھا، سوریا کی مہربانی سے ہی وہ ایک عظیم جنگجو بن گیا، آج بھی چھٹ کے دوران ارگھیہ دینے کی وہی روایت رائج ہے۔

بقیہ ص ۹ ر پر

* مضمون نگار مسلم بورڈ نیپال کے صدر ہیں۔

اسلاف واخلاف

(از: عبدالوحید قادری*

تذکرہ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت حبیب عجمی علیہ الرحمہ صدق وصفا پر عمل پیرا، صاحب یقین اور گوشہ نشین بزرگوں میں سے ہوئے ہیں اور آپ کی ریاضیت و کرامت بے اندازہ ہے، ابتدائی دور میں آپ بہت امیر تھے اور اہل بصرہ کو سود پر قرض دیا کرتے تھے اور جب مقروض پر تقاضا کرنے جاتے تو اس وقت تک واپس نہ ہوتے جب تک قرض وصول نہ ہو جاتا اور اگر کسی مجبوری سے قرض وصول نہ ہوتا تو اپنا وقت ضائع ہونے کا مقروض سے حرجانہ وصول کرتے اور اس رقم سے زندگی بسر کرتے، ایک دن آپ کسی کے یہاں وصولیابی کے لئے پہنچے تو وہ گھر پہ موجود نہ تھا، اس کی بیوی نے کہا کہ نہ تو میرا شوہر گھر پر موجود ہے اور نہ میرے پاس تمہارے دینے کے لئے کوئی چیز ہے، البتہ میں نے آج ایک بھیڑ ذبح کی تھی جس کا تمام گوشت تو ختم ہو چکا البتہ سر باقی رہ گیا ہے، اگر تم چاہو تو وہ میں تم کو دے سکتی ہوں۔

چنانچہ آپ اس سے سر لے کر گھر پہنچے اور بیوی سے کہا کہ یہ سر سود میں ملا ہے اس کو پکا ڈالو، بیوی نے کہا کہ گھر میں نہ لکڑی ہے اور نہ آٹا، بھلا میں کھانا کس طرح تیار کروں؟ آپ نے کہا کہ میں ان دونوں چیزوں کا بھی انتظام مقروض لوگوں سے سود لے کر کرتا ہوں اور سود ہی سے یہ دونوں چیزیں خرید کر لائے، لیکن جب کھانا تیار ہو چکا تو ایک سائل نے آ کر سوال کیا، آپ نے کہا کہ تیرے دینے کے لئے ہمارے پاس کچھ نہیں ہے اور تجھے کچھ دے بھی دیں تو اس سے تو دولت مند نہ ہو جائے گا، لیکن ہم مفلس ہو جائیں گے، سائل جب مایوس ہو کر واپس چلا گیا تو بیوی نے سالن نکالنا چاہا لیکن وہ ہنڈیا سالن کی بجائے خون سے لبریز تھی، اس نے شوہر کو آواز دے کر کہا کہ دیکھو تمہاری کنجوسی اور بدبختی سے یہ کیا ہو گیا ہے؟ آپ کو یہ دیکھ کر عبرت حاصل ہوئی اور بیوی کو شاہد بنا کر کہا کہ آج میں ہر برے کام سے تائب ہوتا ہوں اور یہ کہہ کر مقروض لوگوں سے اصل رقم لینے اور سود ختم کرنے کے لئے نکلے۔

راستہ میں کچھ لڑکے کھیل رہے تھے انہیں دیکھ کر بچوں نے آوازے کسنا شروع کئے کہ علیحدہ ہٹ جاؤ، حبیب سود خور آ رہا ہے۔ کہیں اس کے قدموں کی خاک ہم پر نہ پڑ جائے اور ہم اس کی طرح بدبخت نہ بن جائیں، یہ سن کر آپ بہت رنجیدہ ہوئے اور حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے، انہوں نے آپ کو ایسی نصیحت فرمائی کہ بے چین ہو کر دوبارہ توبہ کی اور جب واپسی میں ایک مقروض شخص آپ کو دیکھ کر بھاگنے لگا، فرمایا کہ تم مجھ سے مت بھاگو، اب تو مجھ کو تم سے بھاگنا چاہئے تا کہ ایک عاصی کا سایہ تمہارے اوپر نہ پڑ جائے، پھر جب آپ آگے بڑھے تو انہیں لڑکوں نے کہنا شروع کیا کہ راستہ دے دو، اب حبیب تائب ہو کر آ رہا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے پیروں کی گرد اس پر پڑ جائے اور اللہ تعالیٰ ہمارا نام گنہگاروں میں درج کر لے۔

آپ نے بچوں کا یہ قول سن کر اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ تیری قدرت بھی عجیب ہے کہ آج ہی میں نے توبہ کی اور آج ہی تو نے لوگوں کی زبان سے میری نیک نامی کا اعلان کرا دیا، اس کے بعد آپ نے منادی کرا دی کہ جو شخص میرا مقروض ہو وہ اپنی تحریر اور مال واپس لے جائے، اس کے علاوہ آپ نے اپنی تمام دولت راہِ مولا میں لٹا دی اور جب کچھ باقی نہ رہا تو آخر میں ایک سائل کو اپنا کرتہ تک اتار کر دے دیا اور دوسرے سائل کے سوال پر آپ نے اپنی بیوی کی چادر بھی دے دی۔

اس کے بعد دونوں میاں بیوی تقریباً نیم برہنہ سے رہ گئے،

پھر ساحل فرات پر ایک عبادت خانہ تعمیر کر کے عبادت میں مشغول رہے اور یہ معمول بنالیا تھا کہ دن میں تحصیل علم کے لئے حضرت حَسَن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچ جاتے اور رات بھر مشغول عبادت رہتے۔

ایک مرتبہ بیوی نے کہا کہ خورد ونوش کے لئے کچھ نہ کچھ کام کرنا چاہئے تو آپ مزدوری کرنے کے لئے گھر سے نکلے، لیکن دن بھر عبادت میں مشغول رہ کر گھر پہنچے تو بیوی نے سوال کیا کہ کیا لائے ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ جس کی مزدوری کی ہے وہ بہت کرم والا ہے اور اس کے کرم ہی کی وجہ سے مجھ میں اجرت طلب کرنے کی جرات نہ ہوسکی لیکن اس نے خود ہی یہ کہہ دیا ہے کہ دس (۱۰) یوم کے بعد جب تم کو ضرورت ہوگی تو پوری اجرت دے دوں گا، پھر جب دس (۱۰) دن کے بعد آپ کو یہ خیال آیا کہ آج گھر جا کر کیا جواب دوں گا اسی خیال میں غرق چلے جا رہے تھے۔

دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے ایک بُوری آٹا، ایک ذبح شُدہ بکری، گھی، شہد اور تین سو (۳۰۰) درہم ایک غیبی شخص کے ذریعہ آپ کے گھر پہنچا دیئے اور ساتھ ہی یہ پیغام بھی دیا کہ حبیب سے کہہ دینا کہ اپنے کام کو ترقی دیں جس کے صلہ میں ہم اس سے بھی زیادہ مزدوری دیں گے۔

چنانچہ جب آپ گھر کے دروازے پر پہنچے تو گھر سے کھانے کی خوشبو آئی، اندر جا کر بیوی سے صورت حال دریافت کی تو اس نے پورا واقعہ اور پیغام آپ تک پہنچا دیا، یہ سن کر آپ کو خیال آیا کہ جب صرف دس (۱۰) یوم کی بے توجہ کی ریاضت کا اللہ تعالیٰ نے نعم البدل عطا فرمایا ہے، تو اگر زیادہ دلجمعی کے ساتھ عبادت کروں تو نہ جانے کیا انعامات حاصل ہوں گے۔

چنانچہ اسی دن سے دنیا کو چھوڑ کر اس قدر عبادت میں غرق ہوئے کہ مستجاب الدعوات کے درجہ تک پہنچ گئے اور ان کی دعاؤں سے مخلوق کو بہت فائدہ حاصل ہوا۔ (تذکرۃ الاولیاء، صفحہ 33 تا 35)

آپ کی چند کراماتیں

(1) ایک عورت گریہ وزاری کرتی ہوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرا بچّہ گم ہو گیا ہے جس کی وجہ سے میں بہت ہی مضطرب ہوں، آپ نے پوچھا کہ تمہارے پاس اور کیا ہے؟ اس نے کہا کہ دو درہم ہیں، آپ نے اس سے وہ درہم لے کر خیرات کردیئے اور دعا کر کے فرمایا کہ جاؤ تمہارا بچہ آ گیا ہے۔ چنانچہ گھر پہنچ کر جب اس نے دیکھا تو واقعی اس کا بچہ گھر پر موجود تھا، اس کو گلے لگا کر پوچھا تو کہاں چلا گیا تھا، لڑکے نے کہا میں تو کرمان میں تھا اور میرے استاد نے گوشت لینے کے لئے بازار بھیجا، راستہ میں اچانک ایسی آندھی آئی جو مجھے یہاں تک اڑا کر لے آئی اور میں نے کسی کہنے والے کو سنا کہ اے ہوا اس کو گھر پہنچا دے۔

اس ایک واقعہ سے آپ کی دعاؤں کی برکت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، اس کے بعد حضرت بابا فرید الدین عطار قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی سوال کرے کہ اتنی عجلت کے ساتھ ہوا نے کس طرح پہنچا دیا تو اس کا یہ جواب ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السّلام کا تخت ایک دن میں ایک ماہ کا فاصلہ طے کر سکتا ہے اور بلقیس کا تخت آن واحد میں حضرت سلیمان علیہ السّلام تک پہنچ سکتا ہے تو یہ واقعہ اس کے مقابلہ میں کچھ نہیں ہے۔

(2) بصرہ میں ایک مرتبہ سخت قحط سالی ہوئی تو آپ نے قرض لے کر غرباو مساکین میں کھانا تقسیم فرمایا اور ایک تھیلی تکیہ کے نیچے رکھ لی، جب کوئی قرض لینے والا آتا تو اس میں سے نکال کر دیتے جاتے تھے۔ (تذکرۃ الاولیاء، صفحہ 36-35)

(3) آپ کا مکان بصرہ کے چوراہے پر تھا، ایک دن آپ نے کپڑے نکال کر چوراہے پر رکھ دیئے اور نہانے کے لئے چلے گئے، اتفاق سے حضرت حَسَن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس طرف سے گزر ہوا تو آپ نے ان کا لباس پہچان لیا اور سوچا کہ شاید حبیب عجمی انہیں بھول کر چھوڑ گئے ہیں، اگر کوئی اٹھا کر چل دے تو کیا ہوگا، اس خیال سے آپ کپڑوں کی حفاظت کے لئے وہاں رکے رہے، جب حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ واپس آئے تو حضرت حَسَن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ تم اپنا لباس کس کے بھروسے

پر چھوڑ کر چل دیئے، اگر کوئی اٹھا کر لے جاتا تو کیا ہوتا؟ انہوں نے کہا کہ اس کے بھروسے پر چھوڑ گیا تھا جس نے حفاظت کے لئے آپ کو یہاں تک پہنچا دیا۔

منقول ہے کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس تشریف لے گئے تو ان کے یہاں جَو کی ایک روٹی اور تھوڑا سا نمک موجود تھا، وہی بطور تواضع آپ کے سامنے رکھ دیا اور جب انہوں نے کھانا شروع کر دیا تو ایک سائل آ پہنچا، تو حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہ روٹی آپ کے سامنے سے اٹھا کر سائل کو دے دی۔ اس پر حضرت حَسَن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم میں شائستگی تو ضرور ہے لیکن علم نہیں، کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ مہمان کے سامنے سے اس طرح پوری روٹی اٹھا کر نہیں دینی چاہئے بلکہ ایک ٹکڑا توڑ کر دے دیتے، یہ سن کر وہ خاموش رہے لیکن کچھ ہی دیر کے بعد ایک غلام سر پر خوان نعمت رکھے ہوئے حاضر ہوا جس میں تمام قسم کے نفیس کھانے موجود تھے اور اس کے ہمراہ پانچ سو درہم بھی تھے، آپ نے وہ درہم تو غریبوں میں تقسیم کر دیئے اور کھانا حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے رکھ کر خود بھی کھانے بیٹھ گئے اور کھانے سے فراغت کے بعد حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ کا شمار نیک لوگوں میں تو ضرور ہوتا ہے لیکن کاش یقین کا درجہ بھی حاصل ہوتا تو بہت بہتر تھا۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص36)

(4) منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حَسَن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجاج بن یوسف کے سپاہیوں سے چھپتے ہوئے حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبادت گاہ میں پہنچ گئے اور جب سپاہیوں نے حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے معلومات کیں تو انہوں نے صاف صاف بتا دیا کہ حضرت حَسَن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبادت گاہ کے اندر ہیں لیکن پورے عبادت خانے کی تلاشی کے باوجود بھی حضرت حَسَن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سراغ نہ مل سکا اور حضرت حَسَن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سات مرتبہ سپاہیوں نے میرے اوپر ہاتھ رکھا لیکن مجھے نہ دیکھ سکے، پھر سپاہیوں نے حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا کہ حجاج تم کو جھوٹ بولنے کی سزا دے گا، آپ نے فرمایا کہ حضرت حَسَن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے سامنے عبادت گاہ میں داخل ہوئے تھے لیکن اگر وہ تمہیں نظر نہیں آئے تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔

چنانچہ پھر دوبارہ تلاشی لی لیکن ان کو نہ پا کر واپس آ گئے، حضرت حَسَن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باہر نکل کر حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا کہ آپ نے تو استادی کے حق کا بھی کچھ پاس نہیں کیا اور صاف صاف انہیں میرا پتہ بتا دیا، انہوں نے جواب دیا کہ چونکہ میں نے سچ سے کام لیا، اس لئے آپ محفوظ رہے، اگر میں جھوٹ سے کام لیتا تو پھر یقیناً ہم دونوں گرفتار کر لئے جاتے، یہ سن کر حضرت حَسَن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ آخر تم نے کیا پڑھ دیا تھا کہ جس کی وجہ سے میں سپاہیوں کو نظر نہ آ سکا، آپ نے فرمایا کہ دو مرتبہ آیۃ الکرسی، دو مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد اور دو مرتبہ آمَنَ الرَّسُوْل پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ حضرت حَسَن بصری کو تیرے حوالے کیا، تو ہی ان کی حفاظت فرما۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص36)

(5) حضرت حَسَن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے تو دریائے دجلہ کے کنارے حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات ہو گئی، انہوں نے پوچھا کہاں کا قصد ہے؟ حضرت حَسَن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ دریا پار جانا چاہتا ہوں اور کشتی کا منتظر ہوں، آپ نے فرمایا کہ بغض اور حب دنیا کو قلب سے نکال کر مصائب کو غنیمت تصور کریں اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد کر کے پانی کے اوپر روانہ ہو جائیں، یہ کہہ کر خود پانی کے اوپر چلتے ہوئے دوسرے کنارے پر جا پہنچے، یہ کیفیت دیکھ کر حضرت حَسَن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر غشی طاری ہو گئی اور ہوش آنے کے بعد جب لوگوں نے غشی کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ حبیب کو علم میں نے سکھایا لیکن اس وقت وہ مجھ کو نصیحت کر کے خود پانی کے اوپر روانہ ہو گئے، اسی دہشت سے مجھ پر غشی طاری ہو گئی کہ جب روز محشر پُل صراط پر چلنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر میں اس وقت بھی محروم رہ گیا تو کیا کیفیت ہوگی۔

آپ نے دوسری ملاقات میں حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا کہ تمہیں یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوا؟ فرمایا کہ مَیں قلب کی سیاہی دھوتا ہوں اور آپ کاغذ سیاہ کرتے رہتے ہیں، یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ صد حیف دوسروں نے میرے علم کا فائدہ اٹھایا لیکن مجھ کو کچھ نہ مل سکا۔

حضرت فرید الدین عطار قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو یہ شک ہو کہ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقام حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بلند تھا تو یہ اس کی غلطی ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے علم کو ہر شئے پر فضلیت عطا فرمائی ہے، اسی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ اے نبی کہیں کہ اے میرے رب! میرے علم میں زیادتی عطا کر۔

جیسا کہ مشائخ کا قول ہے کہ طریقت میں چودھواں درجہ کرامت کا ہے اور اٹھارہواں اسرار ورموز کا! کیونکہ کرامات کا حصول عبادت سے متعلق ہے اور اسرار ورموز کا عقل وفکر سے! جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت ہر شئے پر تھی، لیکن اتباع حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کرتے تھے اور خود صاحب کتاب نبی نہ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ انہیں کی کتاب پر عمل پیرا رہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت امام حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کسی جگہ تشریف فرما تھے کہ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی اتفاق سے وہاں پہنچ گئے، انہیں دیکھ کر امام حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا کہ میں ان سے ایک سوال کروں گا: لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ واصل باللہ لوگوں سے کیا سوال کروگے۔

ان کا تو مسلک ہی جداگانہ ہوتا ہے لیکن منع کرنے کے باوجود انہوں نے یہ سوال کر ڈالا، جس شخص کی پانچ نمازوں میں سے ایک نماز قضا ہوگئی ہو اور یہ بھول گیا ہو کہ کون سی نماز قضا ہوئی تو اس کو کیا کرنا چاہئے؟ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ سب نمازوں کی قضا کرے، اس لئے کہ وہ خدا سے غافل ہو کر اس قدر بے ادبی کا مرتکب کیوں ہوا؟ یہ سن کر امام شافعی نے کہا کہ میں نے اسی لئے منع کیا تھا کہ ان لوگوں سے کوئی سوال نہ کرو۔

ایک مرتبہ تاریکی میں آپ کے ہاتھ سے سوئی گر پڑی، اس وقت غیب سے آپ کا مکان منور ہوگیا، چنانچہ آپ نے آنکھیں بند کر کے فرمایا کہ میں بغیر چراغ کے سوئی تلاش کرنا نہیں چاہتا، ایک کنیز بیس سال تک آپ کے یہاں رہی لیکن کبھی آپ نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا تھا، ایک دن اسی کنیز سے فرمایا: ذرا میری کنیز کو آواز دے دو، اس نے عرض کیا کہ حضور میں ہی آپ کی کنیز ہوں، فرمایا کہ تیس برس میں میرا خیال سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور طرف نہیں گیا، یہی وجہ ہے کہ میں تم کو پہچان نہ سکا، جس وقت آپ کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت ہوتی تو مضطرب ہو کر گریہ وزاری کرنے لگتے، ایک دن کسی نے سوال کیا کہ آپ قرآن مجید کا مفہوم کس طرح سمجھ لیتے ہیں جب کہ یہ عربی زبان میں ہے اور آپ عجمی ہیں، فرمایا کہ میری زبان گو عجمی ہے لیکن قلب عربی ہے۔

ایک مرتبہ آپ کسی کونے میں بیٹھے ہوئے کہہ رہے تھے کہ جس کا قلب تجھ سے مسرور نہ ہوا اس کو کوئی مسرت حاصل نہیں ہوگی اور جس کو تجھ سے انس نہ ہوا اس کو کسی سے انس نہ ہوگا، لوگوں نے پوچھا کہ جب آپ گوشہ نشین ہو کر دنیا کے تمام امور سے دستبردار ہو چلے ہیں تو یہ بتائیے کہ رضا کس شئے میں ہے؟ فرمایا کہ رضا تو صرف اسی قلب کو حاصل ہے کہ جس میں کوئی کدورت نہ ہو، ایک خونی تختہ دار پر چڑھایا گیا تو اسی شب لوگوں نے خواب میں عمدہ لباس زیب تن کئے جنت میں ٹہلتے ہوئے دیکھا اور جب اس سے پوچھا کہ تم نے قتل کا ارتکاب کیا تھا۔

پھر اس مرتبہ تک کیسے پہنچ گئے، اس نے کہا کہ سولی دیتے وقت حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ادھر آنکلے اور میری جانب متوجہ ہو کر دعائے مغفرت فرمائی، یہ اسی دعائے مغفرت کی برکت کا نتیجہ ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص 36–38)

◆◆◆

از: ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری*

حضور قائد ملت! ایک ارتقائی شخصیت

عزم وحوصلہ کی نشانی، منور پیشانی، ملت کو آبرومندانہ زندگی دلانے کی گہرائی میں ڈوبی ہوئی چمکدار آنکھیں، سجی سجائی گھنی بھنویں، دشمن کو زیر کرنے کی تاک میں کھڑی ناک، سفید و جاذب گول مول چہرہ، چاند کا ہالہ، خوش نما داڑھی، متبسّم اور سُرخ ہونٹ، چھوٹا مگر بوٹا سا قد، ملت کی دستگیری کے لیے ہر وقت مستعد دست و بازو، ہر دَم، دَم بہ دَم رواں دواں جانب منزل بڑھتے قدم، ان مفردات کا مرکب بنائیے اور غور سے دیکھیے تو ایک پُر کشش صورت اُبھرے گی، آپ دیکھتے ہی پکار اُٹھیں گے کہ ارے یہ تو میرے قائد ملت ہیں۔

اس وقت اہلِ سنّت کی تمام تر نگاہیں آپ ہی پر مرکوز ہیں، کیا علما اور کیا مشائخ، سب تدبیرِ اُمور مشکلہ میں آپ ہی کو تکتے اور حل کی اُمیدیں رکھتے ہیں اور یہ ایسا اس لیے ہے کہ جو بڑھے تو بڑھتے ہی چلے گئے، چھائے تو چھاتے ہی چلے گئے۔ چڑھے تو چڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں، علم کا مسکن، عمل کا پہاڑ، تقویٰ کا ہمالہ، ہمت کا سلطان، ولولہ کا جہان، جذبوں کا طوفان، مسلکِ رضا کا سچا نگہبان، تعلیماتِ تاج الشریعہ کا ترجمان، آپ ہیں حضرت علامہ عسجد رضا خان! جنھیں آج ہم سب قاضی القضاۃ فی الہند، جانشین حضور تاج الشریعہ اور قائد ملت کے پیارے القابات سے یاد کرتے ہیں۔

تاریخ وسن پیدائش

حضور تاج الشریعہ کا آنگن بچوں کی کلکاری سے سونا تھا، دعاؤں کا سلسلہ تھا، آہِ سحر گاہی کی قطاریں تھیں، صف بستہ تمنائیں تھیں کہ بیکل حسرتوں کی گود میں عنایت کا جوڑا، اجابت کا سہرا بن کر ۱۴ر شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۶ر اکتوبر ۱۹۷۰ء کو ایک بلند بخت بچے کی ولادتِ باسعادت ہوئی، مسرتوں کی چاندنی میں گھر آنگن، محلہ پڑوس ڈوب گیا، محلہ خواجہ قطب بریلی کے در و دیوار جھوم جھوم اُٹھے، قطب عالم، شہزادۂ مجددِ اعظم حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرطِ مسرّت میں نومولود کے منہ میں اپنا لعابِ دہن ڈالا، دعاؤں سے نوازا اور داخلِ سلسلہ فرمایا اور آپ کا نام محمد تجویز فرمایا، اسی نام پر شاندار عقیقہ ہوا، عرفی نام "منور" منتخب ہوا، اور پکارنے کے لیے "عسجد رضا" کو پسند کیا گیا۔

ملاحظہ

یہاں پر بطور عرض داشت نازآگیں انداز میں یہ بھی پیش کردوں کہ ۱۹۷۰ء حضور قائد ملت کا سن ولادت ہے اور ۱۹۷۴ء میرے والد مرحوم کا سن وفات ہے، اُس وقت میں بارہ ۱۲ر سال کا تھا۔ گھر والوں نے یہ سوچ کر کہ ایسے غم انداز ماحول میں تعلیم متاثر ہوگی۔ لہٰذا خاندانی متفقہ فیصلہ سے مجھے میرے گاؤں کے ایک لڑکے کے ساتھ جو بریلی شریف ہی میں پڑھتا تھا، بریلی شریف ۱۹۷۵ء میں بھیج دیا گیا۔ اُس وقت میں ثانیہ جماعت کا طالب علم تھا۔ بریلی شریف میں اُس وقت تمام طلبا، مساجد میں امام ہوا کرتے تھے۔ مگر بارِ امامت کا متحمل نہ ہونے کی وجہ سے میرے لیے رہنے سہنے، کھانے پینے کا مسئلہ کھڑا ہو گیا۔

اُدھر پیرانی امّاں (حضور عسجد میاں کی والدہ) کو کسی لڑکے کی تلاش تھی، جو گھر کی ضرورت میں کام آئے، بازار سے سودا سلف لائے اور یہیں رہے، یہیں کھائے پیے، میرے لیے یہ سنہرا موقع تھا، میں نے اس خوب صورت دعوت کو لبیک کہتے ہوئے قبول کرلیا اور اپنی ڈیوٹی سے بخوشی جڑ گیا، مدرسے کے ٹائم سے پہلے صبح بازار جاتا، جو حکم ہوتا وہ لاکر حاضر کر دیتا، مجھے یاد ہے پیرانی امّاں سبزی ترکاری کے ساتھ مکئی چنے اور خشخاش خاص طور پر منگواتی تھیں، بازار کی واپسی پر بچا ہوا پیسہ واپس کرتا

 * مضمون نگار جامعہ مصباح تاج الشریعہ، ردولی، سیتامڑھی، بہار کے بانی ہیں۔

تو پیرانی امّاں کبھی سب، کبھی کچھ مجھے ضرور واپس کرتیں، اس طرح میری تشنہ ضرورتوں کی تکمیل ہوجاتی، اللہ حضرت پیرانی امّاں کوصحت وعافیت کے ساتھ سلامت رکھے، آمین۔

جب میں حضرت کے گھر بریلی شریف پہنچا ہوں، اُس وقت میری عمر تیرہ سال کی تھی اور حضور عسجد میاں پانچ سال کے تھے، بطور فخر واعزاز جب میں کبھی برسبیل تذکرہ یہ کہتا ہوں کہ میں نے حضور عسجد میاں کو گود کھلایا ہے، تو لوگ حیرت کرتے ہیں، مگر یہ حقیقت ہے اور اب یہ وہ حقیقت ہے جو عظمت و عقیدت میں بدل چکی ہے، اللہ تعالیٰ اس رشتۂ عقیدت کو عمر خضری عطا فرمائے۔

قائد ملت کے والد گرامی

ایک ایسا نام جو نعرہ بن کر پوری دنیا میں گونج رہا ہے، ایک ایسی ذات جو صلاح وفلاح کی پات پات پر جلوہ گر ہے۔ ایک ایسا شخص جو شخصیتوں کے ہجوم میں بھی نمایاں اور درخشاں ہے، وہ ہیں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان! جنھوں نے دین وسنّیت کے عروج وارتقا کے لیے ملک وبیرونِ ملک کے بے تکان دورے کیے۔ جہاں گئے اربابِ فکر وآگہی نے لپک کر استقبال کیا۔ فروغِ اسلام جن کا مطمحِ نظر تھا، اُمت کی عظمت رفتہ کی بحالی جن کا خواب تھا! جو ہمیشہ مزاحم دین فکر وخیال سے ستیزہ کار رہا! حسد کی آندھی اور بُغض کے طوفان میں بھی جس کو مسکرانا آتا تھا۔ اتنی چوکھی مصروفیات میں بھی قرطاس وقلم سے جس کا تعلق نہ چھوٹا اور جاتے جاتے پچاس سے زیادہ ذخیرۂ علوم ومعارف سے مملو کتب قوم کے حوالے کرگیا۔

نگہ بلند، سخن دل نواز، جاں پُرسوز کا جو مرقع جمیل تھا، شخصیت جب ایسی فولادی ہوجائے تو پھر اس کے اندر تسخیری قوت کا آنا جانا قدرتی عطیہ ہے، ان کی اس قوت کا اندازہ اُس وقت ہوا، جب کروڑ سے زیادہ لوگوں کا جتھا ان کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے لیے ان کے قدموں میں حاضر ہوگیا، صلح کلیت کا زور توڑنے کے لیے آج بھی جن کا نام برقِ تپاں ہے، اگر حضور قائد ملت فخریہ یہ کہیں کہ ''پدرم سلطان بود'' تو انھیں اس کا حق حاصل ہے۔

قائد ملت کے مرشد مکرم

درد وسوز، آہِ نیم شبی، نالۂ سحرگاہی، ذکر محبوب کی مستی، فکر یار کی جلوہ افشانی، کبھی جلوت میں خلوت کے مزے ہیں، تو کبھی جلوت میں خلوت آرائی، جو دل دیتا تھا اور درد لیتا تھا، جو اپنوں کو ٹوٹنے سے بچانے کی ہر ممکن فکر کرتا تھا، فروغ دین وآرائش سنیت کے لیے جہاں جہاں ضرورت پڑی کشاں کشاں تشریف لے گئے، جہاں چلے گئے، بغیر کسی ظاہری اعلان کے دیوانوں کی قطاریں لگ گئیں، جہاں ٹھہر گئے نور کی برسات ہوگئی اور اب تک اُن فضاؤں سے بریلویت کی خوشبو ٹپک رہی ہے، غمزدوں کے لیے جو نوید مسرّت تھا، پریشانیوں کی شب ظلمات کے لیے جو سپیدۂ سحر تھا، جو اپنوں کے لیے ریشم کی طرح نرم تھا۔ تو اعدائے دین کے لیے آتش سوزاں سے زیادہ گرم، ان کے جلوؤں کی تابانی کہاں نہیں ہے، ان کے ذکر وتذکرہ کی مہک سے کون سی نوری بزم خالی ہے۔

آج پورے برصغیر میں خصوصاً جو سنیت کی چاندنی اور قادریت کی روشنی پھیلی ہوئی ہے، تو یہ اُسی مردِ پاکباز، مردِ شہباز، مردِ سکندر ومردِ قلندر کا فیض وفیضان ہے۔ عوام اور علما ان کے حاشیہ کرم سے یکساں فیضیاب ہوتے تھے، عوام اپنے عوامی مسائل لے کر، علما اپنی علمی ژولیدگی لے کر، ایک ہی چوکھٹ تھی جہاں سارے مسائل کا حل تھا، ساری گتھیاں جہاں چٹکی بجا کر حل کی جاتی تھیں، وہ صرف ایک شخص تھا، جو سب کی امیدگاہ تھا، وہ عوام کو نسخۂ شفا دیتا نظر آرہا ہے، تو علما کو علمی جواہر پارہ، وہ سب کا دردمند تھا، وہ سب کا مسیحا تھا، اس کی توجہات کا بادل اگر رئیس کی کوٹھی پر برستا تھا، تو غریب کی جھونپڑی پر بھی۔

اس لیے وہ کبھی سیٹھوں کے بنگلے پر نظر آتا، تو کبھی مفلس و قلّاش کی جھگی جھونپڑی پر، کیا مجال کہ اس کے دور میں کوئی شریعت کے خلاف کچھ بول کر گذر جائے، اگر ایسا ہوتا تو اس وقت تک تعاقب کرتے جب تک شریعت کا ضابطہ مسکرانے لگ جاتا، اگر حکومت نے شریعت کے باب میں رخنہ اندازی کی کوشش کی تو پھر مومنانہ غیرت اور شاہانہ طمطراق کا جلوہ دیدنی

ہوتا، سر بکف آگے بڑھ جاتے اور غلام باوفا کی طرح انھیں اُس وقت تک چین نہیں ملتا جب تک سازشوں کو کیفر کردار تک نہیں پہنچا دیتے، زمانے نے دیکھا ہے کہ ان کے دیئے گئے، فتویٰ کے مطابق کس طرح حکومتِ وقت کا فیصلہ بدلا ہے۔

اگر احسان فراموشی جرم ہے اور یقیناً جرم ہے، تو آج کی انسانی نسل کو عموماً اور مسلم نسل کو خصوصاً آپ کا یہ احسان یاد رکھنا ہی ہوگا کہ کس طرح نسل کو مٹنے سے آپ نے بچایا ہے، مسلم نوجوانوں کو یہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ تمہارا وجود حضور مفتی اعظم ہند کے تاریخی فتویٰ کی جیتی جاگتی برکت ہے، ورنہ جبری نس بندی کا سلسلہ اگر بند نہیں ہوتا تو سوچو کیا ہوتا! یہ حضور مفتی اعظم کا کرم ہے کہ نس بندی کے خلاف فتویٰ دے کر نسل کی نسل اور فصل کی فصل کو آپ نے بچالیا اور فرزند اعلیٰ حضرت سے یہی اُمید بھی تھی، ہم نے اعلیٰ حضرت کو تو نہیں دیکھا ہے، مگر حضور مفتی اعظم ہند کے لبادے میں جلوۂ اعلیٰ حضرت کو ضرور دیکھا ہے، اس لیے ہم بڑے فخر سے کہتے اور لکھتے ہیں۔

زمانہ کہہ رہا ہے مفتیٔ اعظم مگر اجمل
میرا ایماں یہ کہتا ہے میرے احمد رضا تم ہو

ان دو حضور تاج الشریعہ اور حضور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذکر خاص طور پر ہم نے اس لیے کیا ہے کہ لوگ قائد ملت کو ہلکے میں نہ لیں، انھیں معمولی نہ سمجھیں، انھیں بلند و بالا اور جاوداں کرنے کے لیے ان کی اپنی شخصی عظمت کے سوا یہ دو نسبتیں ہی کافی ہیں، آج لوگ چھوٹی چھوٹی اور ایسی ویسی نسبتیں پا کر اپنے آپ کو بڑا ہی نہیں بہت بڑا گمان کرتے ہیں۔

یہاں تو یہ نسبتیں ایسی ہیں کہ ذرہ کو آفتاب اور قطرہ کو ماہتاب کر دیں، جو کہہ دیں تو تقدیر بدل دیں، چھو دیں تو نصیبہ چمکا دیں، ہاتھ اُٹھا دیں تو انقلاب برپا کر دیں، مسکرا دیں تو بگڑا کام بن جائیں، جو دنیا کی کلاہِ افتخار بھی درست کر دیں اور آخرت کی زلف برہم بھی سنوار دیں، حضور قائد ملت علم و عمل کے ان دونوں دریاؤں کے شناور کا نام ہے، جو غیروں کو نوازیں تو کاہ سے ماہ کر دیں، انھوں نے اپنے دل بند کو کتنا نوازا ہوگا، یہ انھیں نوازشات کی حسین برسات ہے کہ کل کے مولانا عسجد رضا کو آج کا ہم قائد ملت دیکھ رہے ہیں، تو یہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ ایک طرف حضور مفتیٔ اعظم کا فیضانِ نظر ہے، تو دوسری طرف حضور تاج الشریعہ کے مکتب کی کرامت!

تعلیمی سفر کا آغاز

آپ کی بسملہ خوانی آفتابِ ولایت، ماہتابِ کرامت، تاجدارِ اہلِ سنّت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند نے کرائی، ابتدائی تعلیم والد ماجد اور والدہ ماجدہ نے دی، جب منزلِ شعور کو پہنچے تو آپ کا داخلہ اسلامیہ انٹر کالج بریلی میں ہوا، جس میں آپ نے انٹر تک عصری تعلیم حاصل کی، پھر دینیات کی طرف سفر کا رُخ موڑ دیا گیا اور اس کے لیے چند جیّد علما اور ماہرین علوم وفنون کی خدمات حاصل کی گئیں، مثلاً حضرت علامہ مفتی ناظم علی بارہ بنکوی، حضرت مولانا محمد نظام الدین بریلی شریف، حضرت مفتی محمد مظفر حسین، صدر العلما علامہ مفتی محمد تحسین رضا خاں اور خود حضور تاج الشریعہ نے مل کر تعلیمی سلسلے کو چار چاند لگا دیئے۔

فضیلت و اِفتا کی کتب مثلاً بخاری شریف، طحاوی شریف، الاشباہ والنظائر، فواتح الرحموت، مقاماتِ حریری، اجلی الاعلام، عقود الدریہ، رسم المفتی، وغیرہ کا درس آپ کے والد محترم نے خود دیا، ۲۰۰۱ء بموقع عرسِ رضوی جانشین حضور صدر الشریعہ، ممتاز الفقہا، محدثِ کبیر حضرت علامہ مفتی محمد ضیاء المصطفیٰ مدظلہ العالی نے ختم بخاری کرائی اور کثیر علما و فضلا کی موجودگی میں دستارِ فضیلت سے آپ کو سرفراز کیا گیا۔ گھر کا ماحول برسوں سے فقہ و فتویٰ کا تھا، جس کی بنیاد سرکار اعلیٰ حضرت کے دادا رئیس الفقہا حضرت علامہ رضا علی خان نے ڈالی تھی اور اب تک تسلسل سے یہ خالص علمی دینی کام انجام پا رہا ہے۔

خود اعلیٰ حضرت نے جس مسند کو زینت بخشی کہ رشک اوج ثریا کر دیا اور بریلی عالم اسلام کا مرجع و مرکز بن گیا، حضور حجۃ الاسلام نے اپنے وقت میں جس کی حنا بندی کی اور پھر حضور مفتی اعظم ہند نے تو اس مسند سے وہ وہ کارنامے انجام دیئے کہ زمانہ پکار اُٹھا: یہ شہزادۂ اعلیٰ حضرت ہی کا حق و حصہ ہے۔

حضور تاج الشریعہ کا دور آیا تو یہ دور نئے چیلنج، فتنے اور مسائل کا دور تھا مگر حضور تاج الشریعہ نے شریعت کے تاجِ افتخار میں کوئی کمی نہیں آنے دی، خالص اسلامی دینی، فقہ و فتویٰ، افتا وقضا کی گود میں آنکھ کھولنے، پلنے اور پروان چڑھنے والے شہزادے پھر کیسے خاموش رہتے، فراغت کے دو سال بعد رضاعت سے متعلق پہلا فتویٰ علامہ عسجد رضا نے تحریر فرمایا، جس کی تصدیق حضور تاج الشریعہ، حضور محدثِ کبیر، قاضی شہر بریلی قاضی مفتی عبد الرحیم بستوی، مفتی ناظم علی، وغیرہ اکابر علما نے کی، یہ آپ کا پہلا فتویٰ تھا اور بالکل درست تھا، فرطِ مسرّت میں حضور تاج الشریعہ نے شیرینی تقسیم کروائی۔

علمی کمالیت

مضبوط قوتِ حافظہ علم کے لیے نعمت عظمیٰ ہے، تو نسیان آفتِ جان، آدمی پڑھے اور یاد ہی نہ رہے، یاد کرے اور بھول بھول جائے، تو مت پوچھیے اس وقت کیا گذرتی ہے، ایسے میں نہ علم کا کمال ظاہر ہو پاتا ہے، نہ فضل کا جمال، علمی کارناموں کی انجام دہی میں اعلیٰ قوتِ حافظہ کا بہت بڑا ہاتھ ہوتا ہے، یہ اعلیٰ حضرت کا گھرانہ ہے جو فضل خداوندی سے اس دولت کبریٰ سے نہال اور مالا مال ہے، اعلیٰ حضرت کے فیضان یادداشت کی کرنیں بچے بچے میں نمایاں نظر آتی ہیں، حضور قائد ملت، ذہانت و فطانت، قوتِ یادداشت اور زیرکی و اسرار فہمی میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔

یہ ذہانت ہی کا کمال ہے کہ رضاعت جیسے گنجلک اور پیچیدہ مسئلے کا پہلی بار جواب لکھا اور پہلا جواب ہی ایسا باصواب کہ ہر طرف سے مبارک بادی کی جھڑی لگ گئی، اس طرح آپ مولانا عسجد رضا سے اب مفتی عسجد رضا ہو گئے، حضور تاج الشریعہ مزید اطمینانِ قلبی کے لیے آپ کو جامعۃ الرضا لے گئے اور جماعتِ خامسہ کے طلبا کو مشکوٰۃ شریف کی تدریس کا حکم فرمایا، آپ نے برجستہ درس دیا اور ایسا درس دیا کہ رُموز و نکات کے دریا بہا دیئے، حدیث مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا پر ایسی سیر حاصل گفتگو فرمائی کہ طلبہ مچل مچل گئے اور عش عش کر اُٹھے، وہ ایک تاریخی درس تھا، جو شرکائے درس کو اب تک یاد ہے اور جب جب موقع ملتا ہے خوب خوب تذکرہ کرتے ہیں، آپ کے تدریسی انداز، اسلوب افہام و تفہیم، طلبا کے ذہن میں بات اُتارنے کے لیے لفظوں کا چناؤ، یہ سب سُن کر حضور تاج الشریعہ نے دل سے دعا دی اور سکون کی سانس لی۔

ذمے داریوں کا ہجوم

حضرت تاج الشریعہ چوں کہ علمی شخصیت تھے اور بریلی شریف عالمی مرکز! اس اعتبار سے ان سے معاملات گونا گوں تھے اور سلسلۂ ملاقات غیر منقطع و نامتناہی، ان تمام ترضرورتوں اور مصروفیتوں کا بارِ گراں حضور تاج الشریعہ کے دوشِ ناتواں پر تھا، اکلوتا بیٹا ہونے کی وجہ سے علامہ عسجد رضا عالمی مرکز کی چوکھی ذمے داریوں میں گھر گئے، حضرت تاج الشریعہ کی موجودگی میں آپ جملہ اُمور کو سر کرنے میں جٹ گئے، حضور تاج الشریعہ کے بعد تو مصروفیتوں کا نہ تھمنے والا سیلاب آپ کے سامنے تھا، کثرتِ کار اور ہجومِ افکار نے آپ کو تدریس و افتا کا موقع ہی نہیں دیا، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ذہن ایسا تیز ہے اور علم ایسا مستحضر کہ آج بھی اگر درس میں بیٹھ جائیں تو درس پکار اُٹھے: کاش! آپ میرے ہی قبیلے میں رہتے اور مسند افتا کو سنبھالنے لگیں تو مسند افتا تفقّہ کے لولو و المرجان سے لالہ زار بن جائے، مگر اسے کیا کہیے۔

تنگیٔ کنج قفس، رنج اسیری داغِ گل
اتنے سامانِ ستم اور ایک جانِ عندلیب

حضور تاج الشریعہ یہ دیکھ رہے تھے کہ مرکز کی ذمے داری بڑھتی چلی جا رہی ہے، چیلنج پر چیلنج سامنے آ رہے ہیں، اس لیے میرے بعد مرکز کی تمام تر ذمے داریوں کو سنبھالنے اور بخوبی نبھانے کے لیے عسجد میاں میں کی قائدانہ، مصلحانہ تربیت ضروری ہے اور یہ ضرورت کسی بھی اعتبار سے تشنۂ تکمیل نہ رہے، اس لیے حضور تاج الشریعہ نے قائد ملت کی ہمہ نوعی تربیت میں کوئی کسر نہ چھوڑی، جلوت و خلوت میں، سفر و حضر میں ساتھ رکھا اور ایسا پختہ کار بنا دیا کہ زمانے نے دیکھا کہ ذمے داریاں بڑھتی گئیں، صلاحیتیں نکھرتی گئیں۔

اب حضور تاج الشریعہ نے آپ کو آل انڈیا جماعت رضائے

مصطفیٰ کا صدر نامزد کیا، احساس مندی کے ساتھ اس ذمے داری سے عہدہ برآ ہونے کی وجہ سے اب آپ کو مرکز الدراسات الاسلامیۃ جامعۃ الرضا کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا، اس مرحلے سے بھی آپ فائز المرام گذرے، اب وقت آیا کہ قاضی شہر بریلی مفتی محمد عبد الرحیم بستوی علیہ الرحمہ کے انتقال کے بعد آپ ہی شہر بریلی کے قاضی منتخب ہوئے۔ اس کے علاوہ شرعی کونسل آف انڈیا، مرکزی دارالافتاء والقضاء، امام احمد رضا ٹرسٹ کے صدر مقرر ہوئے، ہندوستان گیر سطح پر آپ متعدد مدارس وتنظیم کے سرپرست یا سربراہِ اعلیٰ ہیں، خود میرے ادارہ جامعہ مصباح تاج الشریعہ، ردولی سیتا مڑھی بہار کے آپ ہی سرپرستِ اعلیٰ ہیں۔

اجازت وخلافت

حضور قائد ملت کے طبعی اوصاف، علم وفضل سے شغل، دینی ودنیاوی اُمور کے حل وعقد سے آگاہی، معاملات فہمی ودور بینی، احساسِ ذمے داری اور ولولۂ خود آگاہی وخدا آگاہی وغیرہ وغیرہ خوبیوں کو دیکھ کر حضور تاج الشریعہ نے اپنی زریں خلافت جو انھیں بالخصوص قطب عالم سرکار مفتی اعظم اور دیگر اکابر ومشائخ سے ملی تھی، حضور قائد ملت کو تفویض فرما دی، اس کے علاوہ ملک وبیرونِ ملک کے اکابر اسلام، عمائد اہل سنّت نے بھی اپنی اپنی قیمتیں خلافتوں سے نوازا، یہ خلافت نواز شخصیتیں اگر کسی کو خلافت دیتی ہیں تو یونہی نہیں دیتی۔ پہلے بارِ امانت کا متحمل سمجھتی اور اگر کچھ کمی ہو تو اوراد ووظائف کے ذریعے یا خصوصی توجہ ڈال کر پہلے اس لائق بناتی ہیں، پھر بزرگوں کے عطیات عطا کرتی ہیں اور جب عطا کر دیتی ہیں تو مدنی فیضان کا تسلسل شروع ہو جاتا ہے اور پھر وہ وہ گلکاری ہوتی ہے کہ مشامِ قوم وملت معطر ہو جاتا ہے۔

قاضی القضاۃ فی الہند

اسلام ایک مکمل نظام زندگی اور ضابطۂ حیات ہے اور یہ حیات کے ہر شعبہ کو متأثر ہی نہیں منور کرنے کی آب وتاب رکھتا ہے، انسانی زندگی اور اس سے پھوٹنے والے حوائج ومسائل کے چشمے بے شمار ہیں، ان تمام کے حل مشکلات پر بھی اسلام نے نظر رکھی ہے، عہدے متعین کیے ہیں، ذمے داریاں تقسیم کی ہیں، تا کہ حسنِ اعتدال وحسنِ توازن کے ساتھ ہر شعبہ، ہر دم متحرک بھی رہے اور جوان رعنا بھی، قاضی القضاۃ کا عہدہ بھی انھیں سرناموں کا ایک باوقار اعلامیہ ہے۔ یہ زمینی حقیقت اور تاریخی سچائی ہے کہ ہر دور میں اُمتِ مصطفیٰ کو کسی نہ کسی بالغ نظر، رہبر ورہنما کی ضرورت پڑی ہے۔ اگر لوگوں کو انھیں کے حالات وکیفیات پر چھوڑ دیا جائے تو معاشرہ عقائد سے لے کر ایمان تک پلپلا، کمزور بلکہ عضو معطل بن کر رہ جائے اور دین وشریعت کی صورت زیادہ دھندلی ہو جائے۔

اسی وجہ سے حسّاس فکر ونظر کے حاملین اپنے میں سے کسی اہل اور لائق وفائق کو چنتے اور انھیں منصب قاضی القضاۃ عطا کر کے اس شعبہ کی مکمل ذمے داری ان کے سپرد کر دیتے ہیں، قرونِ اولیٰ سے یہ سلسلہ یونہی چلا آرہا ہے، جس سے نظام اسلام کا گلشن لہلہا رہا ہے، مدون فقہ امام الائمہ، مقتدائے احناف، سرکار امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا بامشقت سزا قبول کر لینا مگر عہدۂ قضا قبول نہ کرنا اور پھر آپ کے شاگردِ رشید ستونِ مسلکِ احناف حضرت سیدنا امام ابو یوسف کا عہدۂ قضا قبول کر لینا، یہ سب تاریخ کی سچائیاں اور مضبوط کڑیاں ہیں۔ اپنے دور میں امام اہلِ سنت سرکار اعلیٰ حضرت نے اس ضرورت کو شدت سے محسوس کیا، مجلس منعقد کی، مسند سجایا، خود قاضی القضاۃ رہے اور حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کو غیر منقسم ہندوستان کا قاضی اور حضور مفتی اعظم ہند اور مفتی محمد برہان الحق صدیقی جبل پوری کو ان کا معاون مقرر فرمایا، بعد کے دور میں حضور تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان تاحینِ حیات پورے ملک کے قاضی القضاۃ رہے۔

حضور تاج الشریعہ کے وصال پُر ملال کے بعد اعلیٰ قیادت کے متحملین، صف اوّل کے علما وفضلا، فقہائے کاملین؛ بالخصوص امیر المومنین فی الحدیث حضور محدثِ کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ العالی جو خود حضور تاج الشریعہ کے دور میں نائب قاضی القضاۃ تھے، یہ بریلی شریف سے ان کی غایت محبت ہے کہ شرعی کونسل آف انڈیا کے سیمینار کے موقع پر علما کے جم غفیر اور فقہا کے مجمع کثیر میں آپ نے علامہ عسجد رضا خاں کے قاضی

القضاۃ فی الہند ہونے کا اعلان فرمایا، اب پورے ہندوستان کے چیف جسٹس علی الاتفاق علامہ عسجد رضا خاں ہیں، فللہ الحمد۔

چند یادگار کارنامے

(۱) یوپی حکومت نے جب تعلیم سے جڑے ہر اِدارے کے لیے بلا امتیاز و تشخص ''وندے ماترم'' کا مسئلہ کھڑا کیا، مسلمانوں میں بے انتہا کشمکش آئی، آزمائشی حالات سے لوگ گذرنے لگے، حال و ماحول کے تیور سے مرعوب و متأثر ہوکر بڑے بڑے علما حیلہ تلاشنے اور بہانہ تراشنے لگے، اس وقت حضور قائد ملت، قاضی القضاۃ فی الہند نے حضور مفتی اعظم ہند کی روش کو اپناتے اور ان کی روشن ڈگر پر چلتے ہوئے اعلان فرمایا کہ ''وندے ماترم'' مسلمانوں کے لیے ہرگز جائز نہیں، آپ کی مبنی برحقانیت آواز میں ایسا سوز و ساز اور پکار میں ایسا دم خم تھا کہ طوفان کا رُخ بدل گیا اور مسلمانوں نے شرکیہ کلمات سے بچنے پر سکون کی سانس لی۔

(۲) مجاہد مسلک اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب قبلہ کا حضرت خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا پر خطائے اجتہادی کا مسئلہ بیدار ہوا، طوفانِ بلاخیز برپا ہوگیا، جس کے نتیجے میں آپ کو جیل بھی جانا پڑا، دنیائے سنیت میں عجیب ہلچل اور بے چینی پیدا ہوگئی، کوئی کہتا ان پر توبہ لازم ہے، تو کوئی کہتا ان پر تجدید ایمان ضروری ہے۔

ایسی برہم ہوا و فضا میں لوگوں کی نگاہیں مرکز اہل سنّت بریلی شریف کی طرف تھیں کہ حضور محدثِ کبیر، نائب قاضی القضاۃ فی الہند اور حضور قائد ملت قاضی القضاۃ فی الہند نے برمحل، بروقت اور برجستہ شریعت مطہرہ کے محکم حکم کی روشنی میں محضر نامہ تیار کر کے اپنے اپنے دستخط اور مہر سے مزین جونہی نشر کیا اور صاف کہا کہ علامہ جلالی صاحب حق پر ہیں، ان پر توبہ اور تجدید ایمان کچھ لازم نہیں، اس فرمان کے صادر ہوتے ہی زمانے نے دیکھا کہ گھنگھور گھٹائیں چھٹیں اور حق کا روئے زیبا مسکرانے لگا۔

(۳) ابھی ابھی ایک بڑی نادر الوجود ہستی نیپال میں گذری ہے، شیر نیپال حضرت علامہ مفتی جیش محمد قادری علیہ الرحمہ کی! نیپال اور اطرافِ نیپال کی سرزمین پر آپ نے اپنی کد و کاوش سے مسلکِ اعلیٰ حضرت کی ایسی کاشت کی کہ آج ہر طرف سنیت کی پھلواری و گلکاری نظر آرہی ہے۔ جس نے اپنی مردانہ کوشش اور مومنانہ تیور سے شمالی بہار اور نیپال کے پھلواروی (خانقاہِ مجیبیہ والے) صلح کلی کے فتنوں کا قلعہ قمع کردیا۔ اس غلام رضا کے نیزے کی مار سے زخمی کچھ لوگ ہمیشہ آپ کے تعاقب میں رہے، مگر یہ آپ کی انفرادیت تھی کہ بلاخوف لومۃ لائم مسلکِ رضا کا کام کرتے رہے، آپ کے انتقال کے بعد کچھ نام نہاد زخم خوردہ مفتیوں نے سوشل میڈیا پر یہ شوشہ چھوڑ دیا کہ جو بھی مفتی جیش محمد کی نمازِ جنازہ میں شریک ہوگا، وہ کافر ہو جائے گا۔

اچانک لوگ ایک عجیب اضطراب سے دوچار ہونے لگے، اُلجھنیں بڑھیں، دقتیں آئیں، گومگو اور کشمکش کا ماحول پیدا ہوگا، کہ پھر قاضی القضاۃ فی الہند اور نائب قاضی القضاۃ فی الہند کی رگِ حمیت پھڑکی اور مشترکہ اعلامیہ جاری کردیا کہ حضرت علامہ مفتی جیش محمد قادری سنّی صحیح العقیدہ مسلکِ اعلیٰ حضرت کے پابند عالم دین تھے، لہٰذا لوگ ان کی نمازِ جنازہ میں شرکت کو بڑی سعادت سمجھیں اور شوق سے پڑھیں، اعلان کے جاری ہوتے ہی تمام مریدوں، عقیدت مندوں میں خوشی کی لہر چھا گئی، ایک بہت بڑے ازدحام نے ان کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی، اس طرح ایک فتنہ جو اٹھا تھا، آناً فاناً بیٹھ گیا۔

(۴) ابھی کچھ مہینہ پہلے یہاں کی دو بڑی خانقاہوں کے سجادہ نشینانِ گرامی قدر کے مریدانِ باوفا مگر انجام نا آشنا کی غلوئے عقیدت نے ایک دوسرے کی تضحیک و تمسخر اور سوئے ادب کا روپ دھار لیا، جس کے نتیجے میں تعلقات کشیدہ اور معاملات غیر سنجیدہ ہوگئے، دیکھتے ہی دیکھتے یہ ناخوش گوار ہوا پورے ملک میں پھیل گئی، سوشل میڈیا پر جواب اور جواب الجواب کا دل خراش، اخلاق پاش سلسلہ شروع ہوگیا۔

سنیت کو صدمہ پہنچنے کا شدید خطرہ لاحق ہوا اور قائد ملت خاموش رہیں! کیسے ہوسکتا تھا؟ حضور قائد ملت نے تاریخ طے کی، نائب قاضی القضاۃ حضور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری اور ان دونوں پیرانِ عظام اپنے خاص نمائندوں کے ساتھ مرکز

اہلِ سنّت بریلی شریف تشریف لے آئے، آپسی گفت وشنید اور بحث وتحقیق کے بعد مریدوں نے معذرت طلب کی، شیوخان گرامی نمناک آنکھوں سے ایک دوسرے کے دستگیر نہیں بغل گیر ہوگئے۔ انتشار کی جو کالی گھٹا ملک گیر ہوگئی تھی، دفعتاً چھٹ گئی اور پھر ایک دوسرے کے مقام وعظمت کے تحفظ کے تیقن کے سائے میں محبت ویگانگت کی پُرنور وسرور فضا قائم ہوگئی، اخوت کی نسیم سحر چلی اور حالات معمول پر آگئے۔

یہ تو میری محدود معلومات کی حد تک چند تاریخی کارنامے تھے، جو میں نے سپردِ قرطاس کیے ہیں، کچھ وہ بھی ہوں گے جو لکھنے سے رہ گئے ہوں گے، بس دیکھتے جائیں کیسے کیسے کارناموں سے دنیائے سنیت شادکام ہوتی ہے۔ ؎

ابتدا ہی سے قدم بوس ہیں لاکھوں جلوے
رفتہ رفتہ تیری رفتار قیامت ہوگی

ایک اہم گذارش

کبھی کبھی کچھ اپنوں کی زبانی یہ ناشنیدنی سننے میں آتی ہے کہ ملکی حالات اچھے نہیں ہیں، ملّی معاملات میں ناہمواری ہے، سماجی بگاڑ کا دور دورہ ہے، اختلاف کی خلیج ہے کہ دن بہ دن وسیع ہوتی جارہی ہے، اسلام اور اسلامیات نشانے پر ہے، فرد سے لے کر جماعت تک کو فکر وعمل کی مضبوط ڈوری کے حصار میں رکھنے کی ضرورت ہے اور ایسے میں مرکز خاموش ہے، مرکز کو ٹھوس لائحہ عمل مرتب کرنا چاہیے، ملت کی بہبود کے لیے مضبوط قدم اُٹھانا اور بڑھانا چاہیے، جو احباب یہ گلہ کررہے ہیں، ان تمام دوستانِ ناشاد سے برملا یہ کہنا چاہوں گا کہ یا تو آپ اپنی انا کے خول میں محصور ہیں، یا مرکز سے عملی وابستگی نہیں ہے، ورنہ آپ کو وہ شکایات نہ ہوتیں جو اتفاق سے ہے، آپ سے گذارش ہے آپ فردیت کی قبا سے باہر آئیں، جماعت اور اجتماعیت کی نظر سے ہر منظر کو دیکھیں۔

آپ قریب آئیے، مرکز کے قریب رہئے، تاکہ مرکزی وسیع وبسیط کارناموں سے عدم واقفیت کا دھبّہ نہ لگے، جس طرح مرکز ماضی میں خاموش نہیں تھا، الحمدللہ! آج بھی خاموش نہیں ہے، دعا کیجیے ہمارا مرکز کبھی خاموش نہ ہو، سچ یہ ہے کہ مرکز اپنا کام کرتا رہا ہے اور کررہا ہے، غلط فہمی یہاں سے شروع ہوتی ہے کہ ہم سب جو کررہے ہیں، اسے اپنا صرف اپنا کام سمجھتے ہیں۔

آپ اپنے کام کو بھی جس دن مرکز ہی کا کام سمجھنے لگیں گے، غبارِ خاطر سے آپ بے نیاز ہوجائیں گے، ہم سب کا کام بھی مرکز ہی کا کام ہے، ہم سب مرکز ہی کے کارندے اور نمائندے ہیں، ہم میں اور غیروں میں یہ بڑا فرق ہے کہ غیروں کے یہاں مرکز اور مرکزی شخصیت پر تنقید نہیں تائید ہے، ہمارے یہاں تائید نہیں تنقید ہے، اگر فکر کا یہ رُخ درست ہوجائے تو کہیں بھی کیا، بغیر کیا بے کیا ہی نظر آئے گا۔

اسے یوں سمجھیے: ایک بادشاہ ایک ملک کی باگ ڈور سنبھالتا ہے اور ملک کی سرحد وسیما کی حفاظت کے لیے ملٹری جگہ جگہ متعین کرتا ہے، یہ خصوصی ٹیم ملک کی سرحد وسیما کی حفاظت میں جٹ جاتی ہے، یہ ملٹری ٹیم کا ملک کی حفاظت میں لگنا گویا کہ بادشاہ کا لگنا ہے، اسی لیے تمام کارناموں کا سہرا بادشاہ کے سر سجتا ہے، بس اسی طرح یہ سنّی علما، فضلا، مفتیانِ کرام، داعیانِ عظام، دانشورانِ ملت، قلم کارانِ محترم وغیرہ وغیرہ جو اپنے اپنے کام اور کارناموں سے سنیت کی سرحد وسیما کی حفاظت میں لگے ہیں، ان سب کا سہرا مرکز ہی کے سر ہے، یہ یقین کرلیں کہ ہم مرکز کی خصوصاً بٹالین ہیں، جو پورے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں، بس اپنے اپنے کارناموں کا کوہِ نور مرکز کے حوالے کرتے چلے جائیں۔

بس یہ سمجھ لیں کہ آپ کا کام مرکز ہی کا کام ہے، تو شکوہ سنجی کبھی قریب بھی نہیں آئے گی، جب ان بکھرے کاموں کے حاصل محصول کا رشتہ مرکز سے جڑ جائے گا، تب دنیا سر چڑھ کے بولے گی کہ مرکز خاموش نہیں ہے، ہمارا مرکز متحرک وفعال اور سرگرم وحسّاس ہے، یہ اندازِ عقیدت چشم کشا بھی ہوگا اور دلکشا بھی، تنکا جمع ہو کر نشیمن، پھول جمع ہو کر گلدستہ، ہیرا جمع ہو کر مالا کی شکل اختیار کرسکتا ہے، تو ہم سب اپنے کو اپنے کام کو مرکز کے حوالے کرکے مرکز کا سنگھار و وقار نہیں بن سکتے اور مرکز کو رشک صد افتخار نہیں بنا سکتے۔ ع

شاید کہ اُتر جائے تیرے دل میں میری بات

مقبولیتِ تامہ

کچھ چیزیں حضور قائد ملت کو وراثت میں ملی ہیں، شخصی وجاہت، ذہانت وفطانت، قائدانہ صلاحیت اور اس کے ساتھ قبولیت ومقبولیت! کسی بھی جلسے میں حضور تاج الشریعہ کے نام پر اُمنڈنے والی بھیڑ کو اگر آپ نے دیکھا ہے، بھیڑ کی بے تابی دیکھی ہے، ایک نظر دیکھ لینے کی چاہ میں گھنٹوں انتظار کا منظر دیکھا ہے تو آپ اعتراف کریں گے کہ قائد ملت پر تو تاج الشریعہ ہیں اور اس کی وجہ بھی ہے کہ جن شیدایانِ تاج الشریعہ کو آج حضور تاج الشریعہ کی یاد تڑپاتی ہے تو وہ قائد ملت کو دیکھ کر اپنی دید کی پیاس بجھاتے ہیں، شعلۂ عشق کی بے تابی ایسی کہ جہاں کہیں اعلان ہوا کہ فلاں جگہ فلاں تاریخ کو حضور قائد ملت آرہے ہیں، تو حضور تاج الشریعہ کے جمال کی زیبائی نظر میں سمائے دیوانہ وار وہاں پہنچنے کی کوشش کرنے لگتے ہیں۔

آپ حضور قائد ملت کے دیدار کے انتظار میں بے قرار ہیں کہ اچانک پردے کی اوٹ سے حضور قائد ملت باہر آجائیں تو پہلی نظر میں آپ کو یہی گمان ہوگا کہ حضور تاج الشریعہ نظر آگئے، خود بریلی شریف میں خانقاہوں کی کائنات میں جو رونق، جو چہل پہل، جو بھیڑ، جو آمد و رفت، حضور قائد ملت کے یہاں نظر آتا ہے اور کہیں نظر نہیں آتا، ان کی شخصیت کے یہ وہ نمایاں گن اور فروزاں پہلو ہیں جو انھیں یکتا اور اکلوتا بنائے ہوئے ہیں۔

ان تمام رنگ و آہنگ، کشش و جاذبیت، انفرادیت و امتیازیت، خود گیری و ہمہ گیری، ہر لمحہ ایک نیا جلوہ، ہر وقت ایک نئی آب و تاب، ہر دن اِک نئی شان دیکھنے، پرکھنے، غور کرنے کے بعد آپ بھی بے ساختہ یہی کہیں گے: حضور قائد ملت ایک ارتقائی شخصیت ہیں۔ ؎

جمالِ یار کی رعنائیاں یہاں نہ ہوئیں
بہت ہی کام لیا میں نے خوش بیانی سے

◆◆◆

ص ۵۰ رکا بقیہ..........

جائے اور کامیاب طلبا کو انعامات سے بھی نوازا جائے تا کہ دلچسپی بڑھے۔

5 **علمی وتحقیقی مواد کا اضافہ!** اعلیٰ حضرت اور دیگر اکابر اہلِ سنت کی تصانیف، مقالات اور تحقیقی رسائل کو باقاعدہ درس کا حصہ بنایا جائے تا کہ طلبہ کے اندر تحقیقی مزاج پیدا ہو۔

6 **عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق تیاری!** آج بدمذہب صرف مدارس کی چار دیواری تک محدود نہیں رہے بلکہ میڈیا، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر بھی خاصہ پکڑ بنائے ہوئے ہیں، اس لئے اہلِ سنت کو چاہیے کہ ان پلیٹ فارمز پر بھی مضبوط اور مربوط حکمت عملی کے ساتھ اپنا مؤقف پیش کریں، تا کہ عوام الناس ان ہلاکت خیز عناصر کے دلدل میں نہ پھنسیں، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ ہمیں بدمذہبوں کے شر سے محفوظ فرمائے اور تادم حیات مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم رکھے آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

◆◆◆

ص ۵۴ رکا بقیہ..........

حال دل اپنا سنائیں تو سنائیں کس کو
ہے یہاں کون مہربان رسول عربی

پھر سے فرعون زمانہ کے نشانے پر ہے
خلد سا شہر رضا خان رسول عربی

آئیے بہر مدد وقت مدد ہے اب تو
اے مرے خاصۂ خاصان رسول عربی

تیری ناموس پہ اے کاش کہ پہرا دیتے
ہو فدا تجھ پہ مری جان رسول عربی

سر کٹا دیتے ہیں بس نام پہ مردان عرب
ہوگی پھر حسن کی کیا شان رسول عربی

اپنی پہچان کو کافی ہے یہ پیاری نسبت
ہم تمہارے ہیں غلامان رسول عربی

کیوں نہ ہو ناز بھلا اپنی گدائی پہ جسیمؔ
ہم گدا اور ہیں سلطان رسول عربی

◆◆◆

تفریحات

از: مفتی غلام مصطفیٰ نعیمی*

عصا نامہ

عصا (Stick) جسے اردو میں لاٹھی یا چھڑی بھی کہا جاتا ہے، محض سہارے کا آلہ ہی نہیں بلکہ حکمت، بزرگی، قیادت اور معجزات کا نشان بھی رہا ہے، یہ چھوٹا سا آلہ انبیائے کرام کی سنت، شعرا کی تشبیہ اور اہلِ علم وتقویٰ کا شعار رہا ہے، عصا طاقت وقوت، بزرگی وقیادت اور علم وحلم کی علامت سمجھا جاتا ہے، سماجی سطح پر معزز اور محترم افراد اس کا استعمال کرتے آئے ہیں، اولیا، علما اور شیوخ اکثر عصا رکھتے تھے جو ان کی سنجیدگی و وقار کی علامت ہوتا تھا، یوں کہہ لیں کہ عصا اپنے آپ میں ایک ایسی چیز ہے جو کثیر الفوائد بھی ہے اور کثیر الجہات بھی۔ مذکورہ فوائد کے علاوہ یہ شریر اور مفسد چیزوں سے انسان کی حفاظت بھی کرتا ہے۔ اس لیے دورِ حاضر میں اس کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔

اسلامی ادب اور عصا

عصا کے متعلق اسلامی ادب میں بہت ساری کہاوتیں اور محاورے استعمال ہوتے آئے ہیں جو عصا کی ہمہ جہتی اور افادیت کو بیان کرتے ہیں، ذیل میں ہم چند کہاوتیں اور محاورے پیش کرتے ہیں جس سے اس کی اہمیت مزید ظاہر ہوگی:

عصا کے سہارے چلنا

یعنی کمزوری یا محتاجی کی علامت، جب کوئی شخص کمزوری کے باعث دوسروں پر انحصار کرتا ہے اس وقت کہا جاتا ہے کہ فلاں انسان عصا کے سہارے چلتا ہے، اس مثال کا اطلاق حقیقت اور مجاز دونوں پر کیا جاسکتا ہے۔

عصا اُٹھا کر بولنا

یعنی سختی اور طاقت کے ساتھ بات کرنا، عصا صرف کمزوروں کا سہارا ہی نہیں بل کہ طاقت کا اظہار یہ بھی ہوتا ہے جب کوئی انسان اپنے عمل یا قول میں سختی وطاقت کا مظاہرہ کرتا ہے تو کہا جاتا کہ وہ شخص عصا اٹھا کر بات کرتا ہے، اپنی طاقت کا مظاہرہ کرتا ہے۔

عصا نہ رہتا، تو گدھے کی عزت نہ ہوتی

یعنی اختیار اور طاقت ہو تو لوگ گدھے کی بھی عزت کرتے ہیں، دوسرے لفظوں میں کہہ لیں تو عصا روپی طاقت اغیار کو آپ کی عزت کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ طاقت نہ ہو تو انسان دشمنوں کے سامنے بے وقعت اور بے عزت ہوجائے۔ اگر سماجی اعتبار سے معزز ہونا ہے تو طاقت کا ہونا بے حد ضروری ہے طاقت کے بغیر کوئی آپ کو عزت دینے آسانی سے تیار نہیں ہوتا۔

عصائے پیری

یعنی بڑھاپے کا سہارا، یہ محاورہ اس بیٹے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو بڑھاپے میں اپنے ماں باپ کا سہارا بنتا ہے۔ ان کی دیکھ بھال کرتا ہے اور ان کی کمزوری کو اپنی جوانی وطاقت کے ذریعے دور کرکے ان کی خدمت کرتا ہے۔

کاسہ بھر کھانا، عصا بھر چلنا

یعنی طاقت کے مطابق ہی کام کرنا، اپنی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہ اٹھانا۔

روزمرہ کی زندگی میں عصا کا استعمال

روزمرہ کی زندگی میں بھی عصا خوب استعمال کیا جاتا ہے۔ یہاں چند بنیادی پہلوؤں کا ذکر دل چسپی سے خالی نہ ہوگا۔

بوڑھوں کے لیے سہارا

عصا عمر رسیدہ اور بزرگ افراد کے لیے چلنے کا سب سے مضبوط سہارا ہوتا ہے، جو توازن برقرار رکھنے میں مدد دیتا ہے۔

حفاظت کا ذریعہ

بعض خِطوں میں لاٹھی کا استعمال دفاعی ہتھیار کے طور پر بھی ہوتا ہے، خصوصاً دیہی علاقوں میں۔ پرانے زمانے میں اسے

*مضمون نگار ماہنامہ سوادِ اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

ایک فن کا درجہ حاصل تھا، اس زمانے میں لوگ کوشش کرتے تھے کہ لاٹھی چلانا ضرور سیکھ لیں کیوں کہ یہ فن مصیبت کے وقت دشمنوں سے حفاظت کے کام آتا تھا۔ لاٹھی چلانا ایک ایسا ہنر ہے جس کے ذریعے کئی لوگوں کو بہ آسانی قابو کیا جا سکتا ہے۔

مدد کا ذریعہ

عصا سہارے اور حفاظت کے ساتھ ساتھ کئی دوسرے کاموں میں مدد کا بہترین ذریعہ بھی ہے۔ مثلاً بلندی پر کوئی چیز رکھی ہے تو لاٹھی کا استعمال کر لیا۔ دریا سے گزرتے ہوئے پانی کا اندازہ لگا لیا۔ پہاڑی یا بلند جگہ پر چڑھتے ہوئے استعمال کر لیا وغیرہ وغیرہ۔

نبی کریم ﷺ کا عصا استعمال کرنا

ہمارے آقا حضور سید عالم ﷺ نے بھی عصا کو خوب استعمال فرمایا ہے، چند احادیث یہاں پیش کی جاتی ہیں:

"عن ابن عباس رضی الله عنهما قال كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا خرج إلى العيد يحمل عنزة. فتوضع بين يديه فيصلي إليها. (رواہ البخاری:944) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب عید کے لیے نکلتے تو ایک چھوٹی نیزہ نما لاٹھی (عنزہ) ساتھ رکھتے، جو آگے رکھ دی جاتی اور آپ اس کی طرف رخ کر کے نماز ادا فرماتے۔"

"عن سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه قال كنا نعدّ المشي بين يدي الجنازة من السنة، والجلوس لها من السنة، والعصا من السنة. (رواہ البیهقی فی السنن الکبری) ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم جنازے کے آگے چلنا، جنازے کے لیے بیٹھنا، اور عصا رکھنے کو سنت شمار کرتے تھے۔"

نبی کریم ﷺ کا عمل تھا کہ آپ کبھی کبھی عصا کے سہارے چلتے یا خطبہ دیتے وقت ہاتھ میں رکھتے، حالت نماز میں اسے سترہ بناتے، صفوں کی درستی میں استعمال فرماتے۔ غرض کہ عصا ایک کثیر الاستعمال آلہ تھا جو مختلف کاموں کے لیے نہایت موزوں اور مفید تھا، ساتھ ہی ساتھ عصا وقار، شان اور بزرگی کی علامت کے طور پر بھی دیکھا جاتا تھا۔ امام حسن بصری فرماتے ہیں عصا رکھنے میں چھ فضیلتیں ہیں:

(۱) انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ (۲) صُلحا کی زینت ہے۔ (۳) دشمنوں کے خلاف ہتھیار ہے۔ (۴) کمزوروں کا مددگار ہے۔ (۵) منافقین کے لیے پریشانی کا باعث ہے۔ (۶) عبادت میں زیادتی کا باعث ہے۔ (تفسیر قرطبی)

حجاج بن یوسف اور دیہاتی کا عصا

حجاج بن یوسف ثقفی (م ۹۵ھ) ایک سخت گیر گورنر کے طور پر مشہور تھا۔ ایک بار حجاج بن یوسف کی ملاقات ایک دیہاتی انسان سے ہوئی۔ اعرابی کے ہاتھ میں عصا دیکھ کر حجاج نے اس سے عصا کے متعلق پوچھ تاچھ کی۔ حجاج کی سخت گیر طبیعت اور انتظامی مصروفیت کے مدنظر ایک اعرابی کی لمبی بات سننا حجاج کی طبیعت سے میل نہیں کھاتا لیکن اس اعرابی نے جس انداز میں عصا کے فوائد شمار کرائے، اس نے حجاج کو طویل گفتگو سننے پر بھی مجبور کر دیا، ذیل میں آپ بھی حجاج بن یوسف اور اس اعرابی کا پرلطف مکالمہ پڑھیں اور تحت اللفظ عصا کی اہمیت و افادیت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

حجاج نے اس اعرابی سے پوچھا: ما بيدك؟ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ اعرابی نے جواب دیا: قال هي عصاي أركزها لوقت صلاتي۔ یہ میری لاٹھی ہے، جسے میں نماز کے وقت زمین میں گاڑ کر قبلے کا رخ معلوم کرتا ہوں۔ وأعدها لأعدائي۔ اپنے دشمنوں کے لیے ہتھیار بناتا ہوں۔ وأسوق بها دابتي۔ اس سے اپنی سواری کو ہانکتا ہوں۔ وأقوى بها على سفري۔ سفر میں اس کے ذریعے طاقت حاصل کرتا ہوں۔ وأعتمد عليها في ذهابي وإيابي۔ آنے جانے میں اس پر سہارا لیتا ہوں: يتسع بها خطوي۔ یہ لاٹھی میری چال کو لمبا اور تیز کرتی ہے۔ وأثب بها على النهر۔ نہر پر چھلانگ لگانے میں مجھے مدد دیتی ہے۔ وتؤمن العثرة۔ گھٹنوں کے بل گرنے سے بچاتی ہے۔

وأتقي بواسطتها شر العشرة۔ برے لوگوں کے شر سے

حفاظت کرتی ہے۔والقی علیھا کسائی فتقینی الحر ۔اس پر چادرڈال کرگرمی سے بچتاہوں۔وتجنبنی القر ۔اور یہ مجھے سردی سے بچاتی ہے۔وتدنی الی مابعد عنی ۔یہ دور کی چیزوں کو قریب کردیتی ہے۔وأقرع بھا الأبواب وأضرب بھا الکلاب۔ دروازے کھٹکھٹانے اور کتے بھگانے کے کام آتی ہے۔وتنوب عن الرمح فی الطعان۔ لڑائی میں نیزے کی جگہ کام آتی ہے۔ وعن السیف فی منازلة الأقران۔ دشمنوں سے تلوار کی طرح لڑنے میں مدد دیتی ہے۔وأھش بھا علی غنمی ولی فیھا مآرب أخری .اپنی بکریوں کو ہانکنے میں بھی یہی کام آتی ہے اور بھی بہت سے فائدے ہیں جو میں اس سے لیتا ہوں۔

(تفسیر القرطبی (11/ 126)

قارئین کرام!

آپ اس اعرابی کی ذہانت، انداز بیان اور اس کی فکری گہرائی پر غور فرمائیں کہ ایک عام سے دیہاتی انسان نے لاٹھی رکھنے کے کس قدر فوائد گنا ڈالے، عام طور دیہاتی انسان لاٹھی کو جانوروں وغیرہ کے لیے استعمال کرتا ہے اور یہی اس کے استعمال کا بنیادی مقصد بھی ہوتا ہے لیکن اس اعرابی کی غیر معمولی ذہانت اور اس کی فکری وسعت نے حجاج جیسے سخت گیر گورنر کو بھی ساکت و جامد کر دیا اور وہ سراپا حیرت بنے اس اعرابی کی باتیں سنتا رہا۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ اعرابی کا نقطۂ نگاہ اور عصا کی حکمتیں اس قدر گہری اور وسیع ہیں کہ اگر اس کے ایک ایک نکتے پر کلام کیا جائے تو اس میں حکمت و دانائی کے کئی پہلو نظر آئیں گے۔

عصا کی کثیر الجہتی

عصا (Stick) ایک کثیر الاستعمال چیز ہے۔اسے عوام سے خواص تک خوب استعمال کرتے ہیں۔عصا میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ اپنے استعمال کرنے والوں کی عرفی حیثیت کے مطابق بھی جانا جاتا ہے اور اسی اعتبار سے اس کی تعریف، تعارف اور طریقے سب بدل جاتے ہیں۔عصا کسی شیخ یا بزرگ کے ہاتھ میں ہو تو احترام کا حق دار قرار پاتا ہے۔لوگ بزرگوں کی لاٹھیاں بھی بڑے احترام سے سنبھال کر رکھتے ہیں۔بعد وصال تبرکات میں شامل کر لیتے ہیں۔یہی لاٹھی جب کسی پولیس والے کے ہاتھ میں ہو تو اچھا بھلا آدمی بھی راستہ بدلنے ہی میں عافیت جانتا ہے، نہ جانے کب اور کس کی عزت اتار دے۔یہی لکڑی کی چھڑی جب استاذ کے ہاتھوں میں نظر آئے تو طلبہ کی آوازیں بلند اور گردنیں کتاب پر مرکوز رہتی ہیں۔اسی لاٹھی کو کسان کے ہاتھ میں دیکھ کر گائے بھینسوں کا جھنڈ بھی قطار کے ساتھ چلنے میں ہی عافیت جانتا ہے۔

عصا فقط لکڑی نہیں، یہ رازوں کی کتاب ہے
جو سمجھے اس کا بھید، وہی دانا، وہی جناب ہے

قرآن میں عصا کا ذکر

قرآن کریم میں بھی عصا کا ذکر کئی مقام پر آیا ہے اور الگ الگ معانی میں آیا ہے:

"وَاِذِ اسۡتَسۡقٰى مُوۡسٰى لِقَوۡمِهٖ فَقُلۡنَا اضۡرِبْ بِّعَصَاكَ الۡحَجَرَ‌ؕ فَانۡفَجَرَتۡ مِنۡهُ اثۡنَتَا عَشۡرَةَ عَيۡنًا ۔اور جب موسی نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا تو ہم نے فرمایا کہ اس پتھر پر اپنا عصا مارو۔فوراً، اس میں بارہ چشمے بہہ نکلے۔"

(سورۂ بقرہ: آیت ۶۰)

"وَأَوۡحَيۡنَا إِلَى مُوسَى أَنۡ أَلۡقِ عَصَاكَ ۔اور ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ اپنا عصا زمین پر ڈال۔" (سورۂ اعراف: آیت ۱۱۷)

مذکورہ آیات میں عصا بمعنی لاٹھی استعمال ہوا ہے۔اس کے علاوہ یہ لفظ ذرا سی تبدیلی کے ساتھ مختلف معانی میں بھی استعمال ہوا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے:

"فَمَنۡ تَبِعَنِىۡ فَاِنَّهٗ مِنِّىۡ‌ۚ وَمَنۡ عَصَانِىۡ فَاِنَّكَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۔تو جس نے میرا ساتھ دیا وہ تو میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے۔"

(سورہ ابراہیم: آیت ۳۶)

"اَلَّا تَتَّبِعَنِ‌ؕ اَفَعَصَيۡتَ اَمۡرِىۡ ۔تو کیا تم نے میرا حکم نہ مانا۔" (سورہ طٰہٰ: آیت ۹۳)

دونوں ہی آیتوں میں عصانی اور عصیت نافرمانی اور حکم عدولی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

عصائے موسیٰ

عصا کی بات چلتی ہے تو اہل علم کی نگاہوں میں عصائے موسیٰ کا تصور ضرور آتا ہے۔ وہ عصا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی ایک اہم نشانی تھا۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک اہم یادگار تھا۔ جس کے بارے میں رب تعالیٰ کے استفسار پر حضرت موسیٰ نے بڑے عمدہ اسلوب میں جواب دیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے پوچھا:

"وَ مَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ۔ (سورۃ طٰہ: آیت ۱۷) اور اے موسیٰ! یہ تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: قَالَ هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَ اَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ۔ (سورہ طٰہ: آیت نمبر ۱۸) حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے] عرض کی یہ میرا عصا ہے، میں اس پر تکیہ لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے پر پتّے جھاڑتا ہوں اور میرے اس میں اور بھی کام ہیں۔"

شانِ نزول

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان ہونے والے کلام کا ایک اہم حصہ بیان کیا ہے، اللہ رب العزت سے ہم کلامی کا یہ موقع اس وقت پیش آیا جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنی شریک حیات کے ہمراہ اپنے وطن کی جانب رواں دواں تھے، راستے میں اہلیہ محترمہ پر آثارِ ولادت ظاہر ہوئے، سخت سردی کا موقع تھا، اوپر سے گھنا اور گھپ اندھیرا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کسی ایسی چیز کی تلاش میں تھے جس سے روشنی اور آگ کا انتظام ہو سکے۔ دور پہاڑی کی جانب انہیں ایک روشنی دکھائی دی۔ آپ اس کی جانب چلتے رہے یہاں تک کہ اس درخت تک جا پہنچے جو روشنی کا مرکز بنا ہوا تھا۔ وہ روشنی اصل میں تجلیات ربانی کی روشنی تھی، قدرت خداوندی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو درجہ کلیمی کے لیے منتخب فرما چکی تھی۔ آپ جتنا اس درخت کے قریب جاتے وہ دور ہوتا جاتا، ٹھہر جاتے تو درخت قریب محسوس ہوتا، حضرت موسیٰ بڑی حیرت میں تھے کہ آواز آئی: "اِنِّيْۤ اَنَا رَبُّكَ - بے شک میں تیرا رب ہوں۔ (سورہ طٰہ: ۱۲)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مابین جو کلام ہوا اس کی تفصیل قرآن پاک میں مختلف مقامات پر بیان کی گئی ہے۔ اسی ہم کلامی میں پروردگار عالم نے حضرت موسیٰ سے دریافت فرمایا: وَ مَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ۔ (سورۃ طٰہ: ۱۷) اے موسیٰ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟ اس کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَ اَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَ لِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ۔ (سورہ طٰہ: آیت نمبر ۱۸) [حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے] عرض کی یہ میرا عصا ہے، میں اس پر تکیہ لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے پر پتّے جھاڑتا ہوں اور میرے اس میں اور بھی کام ہیں۔"

مذکورہ سوال و جواب پر غور کریں تو حکمتوں کے کئی باب کھلتے ہیں، مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ عصا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دائیں ہاتھ میں تھا، جیسا "بیمینك" سے ظاہر ہے، دین اسلام میں دائیں جہت کو فضیلت حاصل ہے، خود رب کریم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو داہنی جانب ہی سے ندا فرمائی: وَ نَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ ۔ اور اسے ہم نے طور کی داہنی جانب سے ندا فرمائی۔" (سورۂ مریم: 52)

معلوم ہوا کہ داہنی جانب کو اختیار کرنا سنت الٰہیہ ہے۔ انبیائے کرام فطرتاً سنت الٰہیہ کے عادی ہوتے ہیں اس لیے قبل اعلان نبوت بھی ان کے کام افضل اور معیاری ہوتے ہیں، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا کو داہنے ہاتھ میں رکھا ہوا تھا۔

رب تعالیٰ کا عصا کی بابت معلوم کرنا حضرت موسیٰ کی تسلی کے لیے تھا تاکہ وہ ہم کلامی کے وقت انس و اطمینان محسوس کریں۔ حضرت موسیٰ کا جواب کو لمبا کرنا نعمت الٰہی کا شکریہ تھا کہ ذرا سی لاٹھی میں بھی رب کی اس قدر نعمتیں ہیں۔ یعنی بندہ کسی چیز کو چھوٹا یا ہلکا نہ سمجھے۔ غور کرے تو ہر چیز میں رب کی بے شمار نعمتیں نظر آئیں گی۔

ایک مقصد یہ بھی تھا کہ طول جواب کے ذریعے زیادہ سے زیادہ رب کی ہم کلامی کا شرف حاصل کیا جائے، حضرت موسیٰ کا عصا کے چند فوائد گنانے کے بعد وَ لِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ۔ کہنا

اس بات کی علامت ہے کہ رب کی نعمتیں بے شمار ہیں، انسان چاہے بھی تو انہیں گن نہیں سکتا۔

عصائے موسیٰ کا پس منظر

حضرت موسی علیہ السلام کے عصا کا قران کریم میں بہت سارے مقامات پر ذکر کیا گیا ہے۔عصائے موسیٰ صرف لکڑی کا ٹکڑا بھر نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظہر بھی تھا، یہ عصا اپنے اپ میں کئی سارے معجزات کا حامل بھی تھا۔حضرت موسی اس عصا کو زمین پر ڈالتے تو یہ ایک زبردست اژدھا بن جایا کرتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے پتھر پر مارا تو اس سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے،مصر سے نکلتے وقت سمندر سے گزرتے ہوئے جب فرعون اور اس کا لشکر آپ کے تعاقب میں تھا، آپ نے عصا کو پانی پر مارا تو پانی دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور بیچ میں خشکی کا راستہ نکل آیا جس کی وجہ سے بنی اسرائیل فرعون کے ظلم وستم سے محفوظ بچ کر نکل گئے تھے۔تفسیر خازن اور تفسیر نسفی میں عصائے موسیٰ کی مندرجہ ذیل خصوصیات بیان کی گئی ہیں:

یہ عصا حضرت آدم علیہ السلام جنت سے اپنے ساتھ لائے تھے جو نسلاً بعد نسل حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا۔اس کا نام نبعہ تھا۔عصائے موسیٰ کی لمبائی دس گز کے برابر تھی۔ اِس کے اوپری حصے پر دو شاخیں تھیں جو اندھیرے میں روشنی دیتی تھیں۔ سونے کے وقت عصائے موسیٰ پہرے داری بھی کرتا تھا۔سفر میں آپ کے ساتھ چلا کرتا تھا۔آپ سے باتیں کرتا تھا۔دشمنوں اور دَرِندوں کو مارتا اور حفاظت کرتا تھا۔کنویں سے پانی نکالنے کے لئے رَسّی بن جاتا تھا۔آپ کا سامان اٹھاتا تھا۔اسے زمین میں گاڑ دیتے تو دَرَخت بن کر حَسْبِ خواہش پھل بھی دیتا تھا۔

(ماخوذ از تفسیر خازن ونسفی)

اس طرح یہ عصا محض ایک عصا نہیں تھا بل کہ قدرت الٰہی کا مظہر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زبردست معجزہ بھی تھا۔

عصا اعتماد اور قوت کا نام ہے

عصا صرف ایک لاٹھی ہی نہیں اعتماد، بھروسے اور مضبوط سہارے کا نام بھی ہے۔ ہاتھ میں عصا ہو تو دشمنوں سے حفاظت کا بھروسہ اور سہارا رہتا ہے، اسی لیے لغوی اعتبار سے بھلے ہی عصا لاٹھی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے لیکن اس کا مجازی مفہوم بھروسے اور سہارے ہی کے معنی میں آتا ہے، امام قشیری اسی مفہوم کو استعمال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"والمريدُ في طريقه محتاجٌ إلى عصمةِ الشريعة. كما يحتاجُ المسافرُ في طريقه إلى عصاه يتوكّأ عليها ويحتمي بها من المهالك۔ (رسالہ قشیریہ ص:44 باب فی التمسک بالشریعۃ)

سالک اپنے راستے میں شریعت کی عصمت (حفاظت) کا محتاج ہے، جس طرح کوئی مسافر راستے میں اپنے عصا کا محتاج ہوتا ہے، کہ اسی پر سہارا لیتا اور اسی سے خطرات سے بچتا ہے۔"

اس اقتباس میں امام قشیری نے عصمت بہ معنی حفاظت اور عصا بہ معنی بھروسہ وسہارا استعمال کیا ہے، بعض صوفیا امام قشیری کے اسی اقتباس سے رمزاً یہ قول بھی بیان کرتے ہیں:

"العصا للمسافر زاد، وللسالك اعتماد۔ عصا مسافر کے لیے راستے اور سالک کے لیے شریعت کا سہارا واعتماد ہے۔"

ایک شاعر کہتا ہے:

از نہال نو شکفتہ نتوان ساخت عصا
تکیہ باید بہ کسی کرد کہ دوران دیدہ

نوخیز پودے پر عصا (سہارا) نہیں بنایا جا سکتا، سہارا تو اسی پر کیا جاتا ہے جو زمانے کا دیکھا بھالا ہو۔

عصا اور ایک ذہین نوجوان

الولید بن القطامی شرقی (م ۱۵۵ھ) عرب کا مشہور ادیب اور ماہر انساب تھا۔شرقی کو دور جوانی میں ایک عربی نوجوان کے ساتھ ایک سفر کا اتفاق ہوا۔سفر خاصا طویل اور لمبا تھا، موصل سے مقام رقہ تک جانا تھا۔شرقی اکیلا ہی چلا تھا لیکن راستے میں اس کی ملاقات ایک شخص سے ہوئی، جس کا تعلق قبیلہ تغلب اور عمرو بن کلثوم کی نسل سے تھا۔اس تغلبی نوجوان کے پاس ایک تھیلا، پانی کا مشکیزہ اور ایک عصا تھا۔شرقی نے محسوس کیا کہ وہ دیگر سامان کی بنسبت عصا کو ہمیشہ اپنے پاس رکھتا تھا، کسی بھی وقت عصا اس سے جدا نہیں ہوتا تھا۔اس کے طرز عمل سے شرقی کو بڑی

کوفت ہوئی کہ بڑا عجیب شخص ہے ہر وقت لاٹھی کو ساتھ لیے پھرتا ہے، کئی بار شرقی نے سوچا کہ لاٹھی کسی وادی میں پھینک دوے لیکن لحاظاً خاموش رہا۔ کئی دن بعد جب شرقی سے نہیں رہا گیا تو اس نے اس نوجوان سے پوچھ ہی لیا کہ وہ ہر وقت عصا کو ساتھ کیوں رکھتا ہے؟ نوجوان نے جواب دیا:

"إنّ موسى بن عمران [عليه السلام] حين آنس من جانب الطُّور ناراً، وأراد الاقتباس لأهله منها، لم يأتِ النارَ في مقدار تلك المسافة القليلة إلاّ ومعه عصاه ...... وجعل الله جِمَاعَ أمره من أعاجيبه وبرهاناته في عصاه۔ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام جب کوہِ طور کے جانب آگ دیکھ کر اپنی اہلیہ کے لیے آگ لینے گئے، تو وہ قلیل فاصلہ طے کرتے وقت بھی اپنی لاٹھی ساتھ لے کر گئے .... اور اللہ نے ان کی ساری نبوت کی نشانیاں اسی لاٹھی میں رکھی تھیں۔

عصا ساتھ رکھنے کے حوالے سے نوجوان کا جواب بڑا فاضلانہ تھا مگر اس وقت تک شرقی کے لیے عصا بے مقصد اور غیر تجرباتی تھا اس لیے نوجوان کا دانش مندانہ جواب بھی اسے لطیفہ محسوس ہوا جسے اس نے قہقہے کے ساتھ ہوا میں اڑا دیا۔"

ناداں ہو تو دنیا بھی قفس لگتی ہے
صاحبِ علم ہو تو قید بھی درسگاہ بنے

آگے کے سفر کے لیے دونوں لوگ کرائے کے گدھے پر سوار ہوئے۔ راستے میں جب اس نوجوان کا گدھا سست پڑتا تو وہ اپنے عصا کا استعمال کرتا، عصا کی ضرب لگتے ہی گدھے کی سستی دور ہو جاتی اور اس کی چال تیز ہو جاتی لیکن شرقی کا حال خراب تھا، اس کا گدھا جانتا تھا کہ شرقی کے پاس "تنبیہ الغافلین" نہیں ہے اس لیے گدھا بے فکر ہو کر اپنی ہی چال میں چلتا رہا، جس کی وجہ سے شرقی بہت پیچھے رہ گیا۔ جب شرقی منزل پر پہنچا تو وہ نوجوان مزے کے ساتھ آرام کر رہا تھا۔ یہ دیکھ کر شرقی نے کہا کہ آج مجھے عصا کا پہلا فائدہ معلوم ہوا۔ میرے پاس بھی عصا ہوتا تو میں بھی وقت پر منزل پہنچتا اور آرام کرتا۔

شرقی کہتا ہے کہ آگے کا سفر مزید مشکلوں بھرا تھا کہ ہمیں کوئی سواری نہیں مل سکی جس کے باعث پیدل ہی چلنا پڑا۔ وہ نوجوان تھکتا تو عصا پر ٹیک لگا کر چلتا جس سے اسے آرام اور سہارا ملتا جب کہ میں بغیر سہارے کے چل رہا تھا اس لیے منزل پر پہنچتے پہنچتے تھک کر چور ہو گیا۔ اس دن شرقی کو عصا کا دوسرا فائدہ معلوم ہوا۔ تیسرے دن وہ دونوں ایسے علاقے سے گزرے جو بہت اوبڑ کھابڑ اور پگڈنڈیوں سے بھرا ہوا تھا۔ اچانک ایک خطرناک سانپ ان پر حملہ آور ہوا۔ شرقی بیان کرتا ہے:

"فلم تكن عندي حيلةٌ إلا خِذلانَه وإسلامَه إليها، والهربَ منها، فضربها بالعصا فثقلت، فلمّا بَهَشَت له ورفعت صدرَها ضَرَبها حتّى وقذَها، ثمّ ضربها حتّى قتلها، فقلت هذه ثالثةٌ- میرے پاس سانپ سے بچنے کوئی تدبیر نہیں تھی، میں نے اسے تنہا چھوڑ کر بھاگ نکلنے کا ارادہ کیا مگر اس نوجوان نے اپنی لاٹھی سے سانپ پر وار کیا، جس سے وہ کمزور ہو گیا۔ پھر جب سانپ نے حملہ کرنے کی کوشش کی تو اس نے ضرب پر ضرب ماری یہاں تک کہ اسے مار دیا۔ میں نے کہا یہ تیسری اور سب سے بڑی بات فائدے کی معلوم ہوئی۔"

سفر کے چوتھے دن شرقی بھوک سے نڈھال تھا۔ اس نوجوان پر شرقی کی حالت ظاہر تھی مگر وہاں ایسا کچھ نہیں جسے بہ طور خوراک استعمال کیا جا سکے، اچانک ایک خرگوش سامنے سے گزرا۔ نوجوان نے اپنی لاٹھی سے اسے نشانہ بنایا۔ وہ فوراً گر گیا۔ دونوں نے جلدی سے اسے ذبح کر لیا۔ چونکہ یہ کام بھی اس کے عصا کی بدولت ہوا تھا اس لیے عصا کا چوتھا فائدہ بھی شرقی نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور محسوس کیا۔ اب گوشت کا انتظام تو ہو گیا تھا لیکن اسے پکانے یا بھوننے کے لیے کوئی سامان نہیں تھا، شرقی نے اس نوجوان سے کہا:

"اگر ہمارے پاس آگ ہوتی تو میں اسی وقت اسے پکاتا۔ اس نوجوان نے کہا آگ تو ہے! اس نے اپنے تھیلے سے ایک چھوٹی سی لکڑی نکالی، اور لاٹھی سے رگڑ کر آگ پیدا کی،

یہاں تک کہ آگ جل گئی۔ اس نے جھاڑ جھنکار جمع کیا، آگ جلائی، اور خرگوش کو اس میں ڈال کر اچھی طرح بھون لیا۔ ہم نے اسے کھایا۔ بھوک مٹی اور دل خوش ہو گیا۔ میں نے کہا یہ پانچویں بات عصا کے فائدے کی معلوم ہوئی۔"

سفر کا اگلا پڑاؤ ایک سرائے میں تھا جو ویران ہو چکی تھی۔ فرش پر گوبر اور مٹی جمی ہوئی تھی۔ بیٹھنے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ اس نے ایک پھاوڑے کا سریا (لوہا) اٹھایا اور اپنی لاٹھی کو اس کا دستہ بنایا اور ساری جگہ کو اچھی طرح صاف کیا، یہاں تک کہ زمین کا سفید رنگ ظاہر ہو گیا اور خوشبو بھی آ گئی۔ میں نے کہا یہ عصا کا چھٹا فائدہ ہوا۔ پھر ہم ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں راستے الگ ہوتے تھے اور میں اس سے جدا ہونے والا تھا، اس نوجوان نے مجھ سے کہا اگر آج رات میرے ساتھ قیام کرو تو مجھے بہت اچھا لگے گا، میرا گھر قریب ہی میں ہے۔ اس کی بات سن کر میں اس کے پاس ہی ٹھہر گیا۔ اس نے مجھے ایک گھر میں لے جا کر بٹھایا جو ایک گرجا گھر کے ساتھ جڑا ہوا تھا۔ وہ پوری رات مجھ سے باتیں کرتا رہا، مجھے دلچسپ باتیں سناتا اور ادب سے پیش آتا رہا۔ جب سحر کا وقت ہوا، تو اس نے ایک چھوٹی سی لکڑی لی اور اپنی وہی لاٹھی نکالی اور اس سے ناقوس بجانا شروع کیا۔ وہ بہت مہارت سے ناقوس بجا رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا:

"ويلكَ، أمَا أنت مسلم، وأنت رجلٌ من العرب من ولد عمرو بن كلثوم. افسوس! کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ اور تم تو عرب ہو، عمرو بن کلثوم کی نسل سے ہو؟"

اس نے کہا: ہاں! میں مسلمان ہوں۔ میں نے کہا: تو پھر ناقوس کیوں بجاتے ہو؟ اس نے جواب دیا میرے والد نصرانی ہیں اور اسی گرجے کے پادری ہیں۔ وہ نہایت بوڑھے اور کمزور ہیں، میں ان کی خدمت کے لیے ناقوس بجاتا ہوں۔ شرقی کا کہنا ہے کہ میں ابتداً جس شخص کو معمولی گردان رہا تھا وہ تو بہت زیرک اور مہذب نکلا۔ میں نے اس سے عصا کے وہ تمام فائدے بیان کیے جو میں نے اس سفر میں دیکھے، حالانکہ میں شروع میں اس کی لاٹھی کو پھینکنے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ میری بات سن کر اس نے جواب دیا:

"والله لو حدّثتُك عن مناقب نفع العصا إلى الصبح لما استنفدتُها المسحاة. اللہ کی قسم! اگر میں تجھے صبح تک عصا کے فائدے سناؤں تو بھی ختم نہ ہوں گے۔ پھر اس نے اسی لاٹھی کو دیوار میں گاڑا اور میرے کپڑے اس پر لٹکا دیئے، اس کا عمل دیکھ کر بے ساختہ میرے منہ سے نکلا: هذه سابعة۔ یہ عصا کا ساتواں فائدہ ہوا۔" (ماخوذ: البیان والتبیین ۳/۳۲)

دورِ حاضر کی مشکلات اور عصا کی اہمیت

دورِ حاضر میں جہاں کہنے کو سیفٹی اور سیکورٹی کے معاملات بہتر ہوئے ہیں وہیں لوگوں میں لاقانونیت اور فتنہ وفساد کا مزاج بھی خوب بڑھا ہے۔ آئے دن لوٹ پاٹ، چھینا جھپٹی، راہ چلتے مال لوٹنا، اکیلا دیکھ کر حملہ کرنے جیسے واقعات بھی مسلسل بڑھے ہیں۔ "آوارہ اور پاگل جانوروں" کے حملہ کرنے جیسے حادثات بھی مسلسل بڑھ رہے ہیں۔ سنسان راستوں اور اکیلے انسان پر "آوارہ کتوں" کے جھنڈ حملہ کر دیتے ہیں، ایسے حالات میں خالی ہاتھ ہونا انسان کو یوں ہی آدھا کمزور بنا دیتا ہے باقی کسر غنڈے موالی اور جانور کر دیتے ہیں۔ ایسے حالات میں انسان کے ہاتھ میں صرف عصا کا ہونا ہی "آوارہ جانوروں" کو کنٹرول میں رہنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

ایسا بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ رات کے سناٹے میں خالی ہاتھ انسان کو دیکھ کر گلی کا معمولی سا کتا بھی کاٹنے کو دوڑتا ہے، لیکن اگر ہاتھ میں ڈنڈا ہو تو جھنڈ کے جھنڈ بھی دور سے ہی بھونکنے کی رسم ادا کر لیتے ہیں، قریب آنے کی جرأت بھول کر بھی نہیں کرتے، کیوں کہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ قریب گئے تو عصا کے غضب کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، یہ تو عمومی نوعیت کے حالات ہیں، علمائے کرام اور اسلامی وضع قطع والے افراد مزید حساس اور خطرناک حالات کا سامنا کرتے ہیں۔

اسلامی وضع قطع ہی نفرت اور حملے کا بنیادی سبب بنی ہوئی ہے، ایسے میں عصا کا استعمال نہ صرف علما کا وقار بڑھائے گا بلکہ بوقتِ ضرورت "فرعونی جادوگروں" کے بقیہ ص ۱۳ / پر

ادبیات

از: مولانا خلیل احمد فیضانی *

مضمون نویسی کی تعریف اور چند بنیادی باتیں

مضمون میں تسلسل کے ساتھ اس طرح اظہار خیال کیا جاتا ہے کہ یہ ایک مربوط تحریر بن جاتی ہے، یا کسی موضوع کو ذہن میں رکھ کر اس کے متعلق اپنے خیالات کو خوبصورت اور موزوں الفاظ میں مسلسل انداز میں بیان کرنا کہ قاری اس کے مطلب و مقصد کو بخوبی سمجھ جائے؛ مضمون نویسی کہلاتا ہے، مضمون ایک غیر افسانوی نثری صنف ہے، اس میں خیالات کا تسلسل بہت ضروری ہے، اردو میں بھی صنفِ مضمون دیگر ادب کی طرح مغربی ادب سے آئی ہے، مضمون کو انگریزی میں Essay کہا جاتا ہے، بیاں کیا جاتا ہے کہ اردو میں لفظ Essay کے لیے مضمون لفظ کا استعمال سب سے پہلے سر سید احمد خاں نے کیا۔

جب کوئی کچھ کہنا چاہتا ہے تو اس کے ذہن اور دل میں کوئی بات آتی ہے یہی اس کا خیال ہے، اس خیال کو دوسروں تک پہنچانے کا ذریعہ الفاظ ہیں، ذہن و دل میں پہلے خیالات آتے ہیں اس کے بعد ان خیالات کے اظہار کے لیے لفظوں کی تلاش ہوتی ہے، خیالات اصل ہیں اور الفاظ خیالات کو دوسروں تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں، خیالات کا اثر دیر پا ہوتا ہے اور الفاظ کا وقتی، اس لیے مضمون نگار کو زیادہ زور اور توجہ خیالات کی اصلاح اور پاکیزگی کی طرف دینا چاہیے، ساتھ ہی یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ خیالات اور الفاظ لازم و ملزوم ہیں۔

یہ بات بھی مناسب اور پسندیدہ نہیں کہ خیالات تو عمدہ اور بلند ہوں مگر ان کو پست اور بھونڈے الفاظ میں بیان کیا جائے اور یہ بھی نہیں کہ ساری توجہ اور لیاقت الفاظ کی تلاش اور انتخاب میں صرف کر دی جائے اور خیالات کی طرف کم توجہ دی جائے، ایسا کرنے سے خیالات اور الفاظ میں مطلوبہ و پسندیدہ تعلق اور تناسب نہیں رہ جاتا اور مضمون کی حیثیت گر جاتی ہے اور اس میں نقص پیدا ہو جاتا ہے۔

مضمون نگار کی زبان میں جب تک لوچ، روزمرہ میں صفائی، تراکیب میں حسن، بیان میں سلاست و سادگی اور الفاظ میں دل آویزی نہ ہوگی، مضمون نگار کے خیالات دل نشیں نہیں ہو سکتے۔ اچھا مضمون نگار بننے کے لیے ذخیرۂ معلومات و خزانۂ الفاظ کے ساتھ ساتھ وسیع مطالعہ اور بار بار لکھنے کی مشق کرنی بہت ہی ضروری ہے۔ مطالعہ سے نہ صرف معلومات میں اضافہ ہوتا ہے، بلکہ انشا پردازی کے اسلوب سے واقفیت ہوتی ہے۔ مضمون نویسی میں مہارت حاصل کرنے کے لیے چند خاص خاص باتوں کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے:

(1) مضمون لکھنے سے پہلے اس موضوع کے تمام اہم پہلوؤں کا ایک خاکہ ذہن میں بنا لیا جائے جس پر مضمون لکھنا ہے، یعنی مضمون کی تمہید کیا ہو، کون کون سی باتیں کس ترتیب سے لکھی جائیں وغیرہ۔

(2) اپنے خیالات کو ادا کرنے کے لیے آسان، پُر اثر اور صحیح زبان کا استعمال کرنا چاہیے۔

(3) تحریر میں الجھاؤ، الفاظ کی تکرار اور غیر ضروری باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔

(4) موضوع تحریر میں تسلسل اور ربط مضمون نویسی کی جان ہے۔

(5) جس موضوع پر مضمون لکھنا ہو اس کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات ہونی چاہیے۔ ایسی باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے جس سے مخصوص شخص، کسی جماعت، مذہب یا فرد کی تضحیک ہوتی ہو۔

(6) مضمون کو کئی پیراگرافوں میں تقسیم کر کے لکھنا چاہیے، پورے مضمون کو ایک پیراگراف میں لکھنا غلط ہے۔

(7) پورے مضمون کو لکھ لینے کے بعد اسے ایک بار ضرور دہرا

* مضمون نگار دارالعلوم فیضان اشفاق جودھ پور راجستھان کے استاذ ہیں۔

ادبیات

لینا چاہیے، اہل زبان کہتے ہیں کہ: لکھنا، لکھنے کا ہنر سکھاتا ہے یعنی اگر آپ املا نہیں لکھ سکتے تو نقل لکھیں! خط نہیں لکھ سکتے تو بے ہنگم اپنی آرزوؤں تمناؤں، امنگوں اور مطالبات کو لکھیں، مضمون نہیں لکھ سکتے تو پابندی سے ڈائری لکھیں! مقالہ نہیں لکھ سکتے تو مضمون لکھتے رہیں کہ مشق وممارست آپ کو نچلے درجے سے اوپر والے درجے تک پہنچا دے گی۔

مضمون نویسی خواہ جس زبان میں کرنی ہو اس کے لیے اسی زبان میں یومیہ نویسی بڑی معاون ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے آپ کو کس قسم کے مضامین لکھنے ہیں اس کا تعین کر لیجیے! اس کے بعد دوسرا کام یہ کریں کہ آپ منتخب موضوعات پر لکھنے والے بڑے قلم کار کون کون ہیں، ان کا جائزہ لیجیے پھر ان میں سے زبان وبیاں اور اندازِ تحریر وتحقیق کے اعتبار سے جو آپ کو سب سے زیادہ پسند ہو اس کی تحریریں بطور خاص مطالعہ میں رکھیے، پھر اس کی تقلید کی کوشش کیجیے اور رفتہ رفتہ تخلیقی صلاحیتوں کا آغاز کرتے ہوئے اپنی خاص پہچان قائم کرنے کی کوشش کیجیے۔

کچھ نہ کچھ ہمیشہ لکھتے رہیں، اگر ایسا نہیں کریں گے تو آپ کی تحریروں سے روانی اور سلاست رخصت ہو جاے گی، مطالعہ نفیس ہونا چاہیے، سطحی قسم کا مطالعہ زیادہ کار آمد نہیں ہوتا ہے، بعض لوگ شوق شوق میں مطالعہ تو کر لیتے ہیں مگر قوت آخذہ کو عمل میں نہیں لا پاتے ہیں یعنی زیرِ مطالعہ کتاب کی تراکیب، تعبیرات اور اسلوب کو اپنے اندر ڈھال نہیں پاتے ہیں نتیجتاً بعد مطالعہ بھی وہ اپنے آپ میں کوئی خاطر خواہ تبدیلی نہیں پاتے ہیں۔ اس کمی کو دور کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اس کتاب کو گہرائی کے ساتھ پڑھیں اور بار بار پڑھیں ہر ہر لفظ کے سیاق وسباق اور نشست وبرخاست کو گہرائی کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کریں امید ہے یہ مشکل دور ہو جائے گی۔

صرف پڑھنا کمال نہیں ہے کمال یہ ہے کہ آپ نے اس پڑھے ہوئے کو اپنے آپ میں ضم کتنا کیا! اس کا ابلاغ کس ڈھنگ سے کیا، ہر تحریر نہ تو پڑھنے کی ہوتی ہے اور نہ چھوڑنے کی، اس لیے انھیں تحریروں کو پڑھا جائے جس میں آپ کو کوئی فائدہ نظر آئے اور نئی چیز ملنے کا امکان ہو۔

نو آموز قلم کاروں کی تحریریں تنقیدی نگاہ سے پڑھیں، آپ اس کے مفید اثرات محسوس کریں گے خیال رہے تنقید کرنی نہیں ہے بس! صرف پڑھنے کی حد تک رہیں، ماضی قریب کے کسی ادیب کو نہ چھوڑیے! سب کو پڑھ ڈالیے! ہمیشہ ذہن یہ رہے کہ ابھی میں مشقی مراحل میں ہوں، اس لیے اگر کوئی اصلاح کرے تو دل سے شکریہ ادا کریں، مضمون نویسی کے لیے سب سے پہلے آپ ان پانچ باتوں کو ذہن میں رکھیں:

(1) صحت کلمات ہمیں اتنی شد بد اور اردو زبان کا اتنا مطالعہ ہونا چاہیے کہ ہم سیاق وسباق سے اردو عبارت کو درست طریقے سے پڑھ سکیں، جیسے ایک لفظ ہے "گل" یہ لفظ دو طریقے سے پڑھا جاتا ہے پہلے طریقے کی مثال: گُل وگلزار ہے بمعنی: پھول اور چمن یعنی یہ "گُل" گاف کے ضمہ کے ساتھ پڑھا جائے گا اور دوسرے طریقے کی مثال: آب وگلِ ہے یعنی: پانی اور مٹی یہ گلِ گاف کے کسرہ کے ساتھ ہے۔ دیکھیے! محض ایک حرکت کی تبدیلی سے معنی کہاں سے کہاں پہنچ گیا، لہٰذا اس چیز کا بطور خاص خیال رکھیں۔ یہ صرف ایک مثال لکھی ہے، اس طرح کے متقارب الحرکات کلمات کی اردو ادب میں بھرمار ہے جن کی تمیز کرنا ضروری ہے۔ اس کا صرف اور صرف ایک ہی حل ہے: نفیس اور گہرائی کے ساتھ مطالعہ۔

(2) املا املا کو درست مضمون نگاری کے لیے ریڑھ کی ہڈی تصور کرتا ہوں۔ ایک مضمون نگار کی "املا" درست ہونا تو نہایت ضروری ہے ورنہ محظوظ کو "محضوض" زیتون کو "ظیتون" اور ثامنہ کو "سامنہ" لکھیں گے اور اس چیز سے لامحالہ معیار گرے گا۔

(3) مطالعہ ویسے بھی طلبہ اور علما لیے مطالعہ نہایت ضروری ہے لیکن مضمون نویسی وغیرہ سے جڑے افراد کے لیے تو مطالعے سے کہیں مفر نہیں ہے آپ بغیر مطالعہ کے اس میدان میں ناقۂ بے زمام کی طرح ہیں؛ کہ جس کے لیے حدود اربعہ جیسی کوئی قید نہیں ہوتی ہے اور یہی عدم تقیید کسی بھی صاحب قلم کو منزل آشنا نہیں ہونے دیتی؛ لہٰذا مطالعہ زیادہ سے زیادہ کریں۔

ادبیات

(4) رموزِ اوقاف: رموز اوقاف کے حوالے سے ایک بات عرض ہے کہ آپ اس کے استعمال میں افراط وتفریط کے شکار نہ ہوں، یعنی: متوازن مقدار میں ان رموز کا استعمال کریں کہ "خیر الامور اوسطھا" مسلمہ ضابطہ کی خلاف ورزی نہ ہو، بعض لوگ حد سے زیادہ ان کا استعمال کرتے ہیں تو بعض لوگ بالکل استعمال نہیں کرتے، آپ درمیانہ چال چلیں۔

(5) جدید تراکیب وتعبیرات: اردو محاورے اور جدید وقدیم تعبیرات زیادہ سے زیادہ استعمال کریں، اس کے لیے ایک بنیادی چیز یہ یاد رکھیں کہ کسی بھی صاحب قلم کا مضمون یا کتاب نہایت گہرائی کے ساتھ پڑھیں، قلمکار نے جملوں کو کس طرح استعمال کیا ہے، تعبیر کو کس انداز میں پیش کیا ہے، اسے ذہن نشیں کریں بلکہ لکھ لیں۔

(6) حاصل مطالعہ مضمون نگاری سیکھنے کے لیے پہلا کام یہ کریں کہ حاصل مطالعہ لکھنا شروع کریں، اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ پہلے آپ اساتذۂ کرام کی رہنمائی سے ایک کتاب منتخب کریں، پھر ایک رجسٹر خریدیں جو صرف اسی کام کے لیے ہو، دوسری کوئی چیز اس میں نہ لکھیں، اب روزانہ کی بنیاد پر اس منتخب شدہ کتاب سے صرف ایک صفحہ پڑھیں اور کم از کم دس بار پڑھیں، پھر اس کتاب کو بند کر دیں اور قلم کاپی لے کر بغیر کسی ہچکچاہٹ اور خوف کے جو آپ نے دو منٹ پہلے پڑھا ہے اسے لکھتے جائیے ممکن ہے پہلے دن صرف دو چار سطر ہی لکھ سکیں مگر ہمت مت ہاریئے بلا ناغہ یہ کام کرتے جائیے ایک دن آئے گا کہ جو آپ پڑھیں گے، من وعن لکھ ڈالیں گے، یہ طریقہ استقامت کے ساتھ اپنائیے۔

کسی بھی کتاب کو تین سے چار مرتبہ سراپا آنکھ بن کر پڑھیے، درمیان میں جو نئے الفاظ ملیں ان پر خوب غور کریں کہ مؤلف نے ان الفاظ کو کس طرح استعمال کیا ہے سمجھ میں نہ آئے تو لغت دیکھیے، اساتذۂ کرام سے پوچھیے درجہ کے ساتھیوں سے اس پر ڈسکشن کیجیے، ان شاء اللہ تعالیٰ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

(7) اصل پیراگراف کے کلمات بدل کر لکھنے کی مشق کریں جیسے: اصل پیراگراف تھا: بعض ہستیاں ایسی ہوتی ہیں جو ماضی اور حال سے زیادہ مستقبل پر نظر رکھتی ہیں، نظیر اکبر آبادی کا شمار ایسی ہی ہستیوں میں ہوتا ہے، یہ ایسے شاعر ہیں جنہوں نے عوامی جذبات، احساسات اور خیالات عوامی زبان میں نظم کیے۔

اب چند الفاظ کے رد و بدل کے ساتھ: بہت سی شخصیات ماضی اور حال سے بڑھ کر مستقبل پر نگاہ رکھتی ہیں، نظیر اکبر آبادی کا شمار انہیں شخصیات میں ہوتا ہے، وہ ایسے شاعر ہیں جنہوں نے عوامی حالات وافکار اور احساسات کو ان ہی کی زبان میں پرویا، یہ طریقہ کبھی کبھی استعمال کیجیے آپ کو لطف بھی آئے گا اور الفاظ کی ذخیرہ اندوزی بھی ہوگی، یہ سچ ہے کہ شروعاتی دور میں آپ کا قلم ہر دو لفظ کے بعد رکے گا، ہر جملہ کے بعد آپ کو بہت زیادہ غور وفکر کرنا پڑے گا، مگر آپ قلم کاپی سمیٹ کر نہ بیٹھیں، بلکہ ہمت کر کے یہ سوچیں کہ جب لکھنے کا ارادہ کر ہی لیا ہے تو لکھنا ہی ہے چاہے کتنا ہی وقت کیوں نا لگ جائے، یہ ہمت اور جذبہ اگر آپ کے اندر پیدا ہو گیا تو یقین کریں جس ایک صفحے کو لکھنے میں آپ کا ایک گھنٹہ صرف ہوتا تھا اسے چند ہی منٹوں میں لکھنے لگیں گے۔

(8) ذخیرۂ الفاظ بڑھانے پر محنت کریں جب برتن میں کچھ ہوگا ہی نہیں، تو اس سے نکلے گا کیا؟ اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں ایک اچھا مضمون نگار بن جاؤں تو بغیر ذخیرۂ الفاظ جمع کیے یہ چیز ممکن نہیں، اس کے لیے لغات سے اپنا رشتہ مضبوط کیجیے اور ہر وقت اس تاک میں رہیں کہ کوئی نیا لفظ مجھے پڑھنے اور سننے کو ملے تو اسے اپنی کاپی میں اتار لوں یا دماغ میں محفوظ کر لوں۔

(9) کوئی مضمون یا کتاب پڑھیں تو اس میں استعمال کردہ "جدید کلمات" کو اچھے سے یاد کر لیں اور انہیں اپنے مضمون میں استعمال کرنے کی کوشش کریں، اس طرح چلتے رہیں گے تو ایک دن "قطرہ قطرہ قلزم می شود" کا عملی نظارہ ضرور ہوگا۔

(10) مضمون نگاری کے لیے مطالعہ نہایت ضروری ہے بلکہ یوں سمجھیے کہ اس کا لازمہ ہے، بغیر مطالعے کا مضمون مواد سے خالی اور سطحی قسم کا ہوتا ہے؛ اس لئے اپنے مطالعہ کی اسپیڈ بڑھائیے، یہاں یہ بات بھی دھیان میں رکھنے کی ہے کہ مطالعہ منتشر نہ ہو، کہ صبح کسی کتاب کو اٹھا لیا، شام کسی اور کو اور جب بقیہ ص ۹ ر پر

تبصرہ نگار: مولانا طفیل احمد مصباحی *

انیس العرفاء ترجمہ مونس الفقراء

ماضی قریب کے مشہور محقق جناب شمس بریلوی صوفیائے کرام اور مشائخ امت کی تصنیفی خدمات اور رسائلِ تصوف پر روشنی ڈالتے ہوئے ''عوارف المعارف'' کے مقدّمہ میں لکھتے ہیں:

مشہور ہے کہ حضرت شیخ ابو سعید ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس گراں قدر تصنیف کو جس پر انہوں نے کافی محنت کی تھی اور اپنا کافی وقت بھی اس پر صرف کیا تھا، بصورتِ مسوّدہ زمین میں دفن کر کے کہا: نعم الدلیل انت و الاشغال بالدلیل بعد الوصل محال۔ لیکن اس کے باوجود کہ وصول کے بعد دلیل کو سمجھنے یا پیش کرنے کی فرصت کہاں اور ان میں اشتغال ایک امر محال ہے۔

حضرات صوفیہ کا یہ معمول رہا ہے کہ انہوں نے اپنے اپنے دور میں علومِ متداولہ کے درس و تدریس کی طرف پوری پوری توجہ کی ہے اور ان مساعی کو وصولِ مطلوب سے پہلے ضروری اور مفید سمجھتے تھے اور صرف درس و تدریس ہی نہیں بلکہ تصوف و طریقت کے موضوع پر ان حضرات نے قلم اٹھایا۔

چنانچہ عربی، فارسی اور اردو زبانوں میں بصورت نثر و نظم بزرگانِ سلوک و طریقت اور مشائخ عظام رحمۃ اللہ علیہم جو ذخیرہ اپنی یادگار چھوڑ گئے ہیں، وہ بہت ہی گراں مایہ اور گراں بہا ہے۔

اہلِ علم سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں کہ ''العلماء ورثۃ الانبیاء'' کے مطابق وراثت نبوی کا فکری و عملی نمونے پیش کرنے والے گروہ میں علمائے کرام کے ساتھ ساتھ صوفیائے عظام بھی پیش پیش رہے ہیں، جہاں علمائے کرام نے دعوت و تبلیغ، درس و تدریس اور ''جہاد بالقلم'' کا مقدس فریضہ انجام دیا ہے۔

وہیں صوفیائے کرام نے رشد و ہدایت، وعظ و تلقین اور تصنیف و تالیف سے نہ صرف عوام بلکہ خواص تک کے دلوں کی دنیا فتح فرمائی ہے، تاریخ بتاتی ہے کہ اپنے وقت کے مرجعِ علم و فتویٰ اور اعلم العلماء بھی کسی نہ کسی شیخ بزرگ اور صوفی و مرشد کے دامن کرم سے وابستہ رہے ہیں، صوفیائے کرام اور مشائخ عظام جامع شریعت و طریقت ہوا کرتے تھے۔

اپنے علم و روحانیت کے سہارے جہاں وہ درس و تدریس کا مقدس فریضہ انجام دیتے تھے، وہیں ظاہر و باطن کی صفائی اور اذہان و قلوب کے تزکیہ و تصفیہ بھی فرماتے تھے، علاوہ ازیں تصنیف و تالیف کے ذریعے اصلاحِ امت کا کام سرانجام دیتے تھے، صاحبِ تصانیف صوفیائے کرام میں سلطان الاولیاء حضرت شیخ عبد القادر جیلانی، حجۃ الاسلام امام محمد غزالی، شیخ علی ہجویری، شیخ شہاب الدین سہروری، شیخ محی الدین ابن عربی، شیخ ابو طالب مکی، شیخ فرید الدین عطار، شیخ عبد اللہ انصاری، شیخ ابو سعید ابو الخیر، شیخ عبد الرحمٰن جامی، حضرت مولانا روم، مخدومِ جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری، حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز، حضرت امیر خسرو، غوث العالم حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی، شیخ عبد القدوس گنگوہی، حضرت مجدّد الف ثانی وغیرہم کے اسمائے گرامی سرِ فہرست ہیں۔

فخر الاماثل قدوۃ المشائخ حضرت شیخ نور الحق والدین معروف بہ نور قطب عالم پنڈوی علیہ الرحمہ (متوفیٰ: 818ھ/ 1415ء) کا شمار نویں صدی ہجری کے جلیل القدر صوفیا و مشائخ میں ہوتا ہے، آپ اپنے وقت کے مسلم الثبوت شیخ و صوفی عارفِ باللہ ولی کامل اور بے لوث داعی و مبلغ تھے، آپ کی ولایت و کرامت مسلّم ہے، علم و روحانیت، سخت عبادت و ریاضت اور تقویٰ و طہارت اور کثرتِ نوافل کے سبب آپ ولایت و روحانیت کے بلند ترین مقام پر فائز تھے، دعوت و تبلیغ، رشد و ہدایت، دین و مذہب کی

سخن در سخن

ترویج واشاعت اور سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے فروغ واستحکام میں آپ نے اہم کردار ادا کیا، آپ عظیم والد کے عظیم فرزند اور نامور باپ کے نامور سپوت تھے۔

آپ حضرت شیخ علاء الحق پنڈوی قدس سرہ (متوفیٰ:800ھ) کے فرزند ومرید اور خلیفہ تھے، شیخ نور قطب عالم نے ظاہری علوم کی تحصیل اپنے والد کے علاوہ قاضی حمید الدین ناگوری علیہ الرحمہ سے کی، آپ سلطان غیاث الدین اعظم شاہ بن سکندر شاہ کے ہم جماعت (کلاس فیلو) تھے، یہ وہی قاضی حمید الدین ناگوری ہیں جو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید وخلیفہ اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ کے صحبت نشیں خلیفۂ مجاز اور ظاہری علوم میں ان کے استاذ تھے، جیسا کہ ”تذکرہ صوفیائے بنگال“ میں مرقوم ہے۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر اور حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہما نے قاضی حمید الدین ناگوری کے علم وفضل اور روحانی مدارج کی بڑی تعریف کی ہے۔

شیخ نور قطب عالم، غوث العالم، تارک السلطنت حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ (متوفیٰ:808ھ) کے مخدوم زادے، پیر بھائی اور رفیق خاص تھے، حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کے حکم سے پہاڑ کا حرکت کرنا اور حضرت نور قطبِ عالم کے بلانے سے پہاڑ کا چلنے لگنا، بڑی مشہور کرامت ہے، حکیم شاہ قطب الدین احمد حسامی مانک پوری اپنی مایۂ ناز فارسی تصنیف ”انوار العاشقین“ میں لطائفِ اشرفی کے حوالے سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ جیسے ہی حضرت نور قطب عالم نے پہاڑ کی طرف اشارہ کیا، پہاڑ حرکت میں آ گیا اور چلنے لگا، اس دن سے بلا اختلاف آپ اپنے والد (شیخ علاء الحق پنڈوی) کی مسند ارشاد پر متمکن ہو گئے اور بے شمار گمراہوں کو ہدایت کی روشنی عطا فرمائی، شیخ عبد الحق محدث دہلوی آپ کے متعلق ”اخبار الاخیار“ میں لکھتے ہیں:

آپ شیخ نور قطب عالم کے نام سے مشہور تھے اور شیخ علاء الحق پنڈوی کے بیٹے مرید اور خلیفہ تھے، ہندوستان کے بہت بڑے ولی اور صاحبِ ذوق وشوق اور صاحب کرامت بزرگ تھے، منقول ہے کہ آپ اپنے والد محترم کی خانقاہ کے جملہ درویشوں اور فقیروں کی خدمت کرتے اور اپنے ہاتھ سے ان کے کپڑے دھویا کرتے اور ان کی ضروریات کے لیے پانی گرم کر کے دیا کرتے تھے...... شیخ نور قطب عالم کے خطوط کے اندر وہ شیرینی اور الفاظ کے معنی میں وہ لطف وسرور ہے جو دل والوں کے دل کا علاج اور اہلِ محبت کے لیے محبت کا پیغام ہے، آپ کے مکتوبات میں سے چند کلمات نقل کیے جاتے ہیں:

دنیا دھوکے کی جگہ ہے اور تم اس درخت کے تنا کی مانند ہو جس کے اوپر سے اس کی چھال اتار لی گئی ہو اور خدا کی ذات بڑی غیور ہے، ان حالات کے ہوتے ہوئے دل میں فرحت وسرور کیسے آ سکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بذریعۂ وحی مطلع فرمایا کہ اے داؤد! اپنی امت کے گناہ گار بندوں سے فرما دے کہ میں گناہگاروں کے گناہ بخشنے والا اور بڑا مہربان ہوں اور جو لوگ صدیقین میں سے ہیں، ان سے فرما دیجیے کہ میں بڑا غیرت مند ہوں۔ (اخبار الاخیار مترجم ص: 326 — 330)

دعوت وتبلیغ اور رشد وہدایت کے علاوہ شیخ نور قطب عالم نے ملکی سیاست میں بھی حصہ لیا اور قوم وملت کی فلاح وبہبود کا فریضہ انجام دیا، آپ کے دور میں کنس (گنیش) نامی راجا نے مسلمانوں پر بے پناہ مظالم کیے اور سینکڑوں علما ومشائخ کو بے دریغ قتل کیا، جس سے حضرت شیخ نور قطب عالم تڑپ اٹھے اور سلطان ابراہیم شرقی کو خط لکھ کر راجا کنش کے خلاف جہاد پر آمادہ کیا، آپ کے مکتوب کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے:

کنس نامی ایک کافر وبے دین حاکم اس ملک پر غالب آ گیا ہے اور ظلم وخون ریزی کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہے، اکثر علما ومشائخ کو اس نے قتل کرا دیا ہے اور اب بقیہ اہلِ اسلام (کے قتل وغارت) کی فکر میں ہے، بادشاہانِ اسلام پر مسلمانوں کی حفاظت واجب ہے، میں امید کرتا ہوں کہ آپ یہاں آ کر مسلمانوں کو اس کے ظلم سے نجات دلائیں گے۔ (تذکرہ صوفیائے بنگال، ص:393)

شیخ نور قطب عالم کا جب یہ خط سلطان ابراہیم شرقی کو ملا تو اس نے نہایت عزت واحترام سے اس کو پڑھا اور حضور سید اشرف

جہانگیر سمنانی اور قاضی شہاب الدین دولت آبادی قدس سرہما سے مشورہ طلب کیا۔ سید اشرف جہانگیر سمنانی نے شیخ نور قطب عالم کے موقف کی تائید فرمائی اور سلطان ابراہیم شرقی کو خط لکھا، جس کا مضمون کچھ اس طرح ہے:

''اگر آپ کی مدد اور آپ کی فوجوں کی اعلیٰ ہمتی سے یہ متبرک ہستیاں صاحب زادگان (حضرت شیخ علاء الحق پنڈوی کے فرزندانِ گرامی) اور ان کے سلسلۂ نسب سے تعلق رکھنے والے خاندان حضرت قطب عالم کے دوسرے افراد اس کالے کافر (کنس) کے پنجوں سے نجات پا جائیں تو یہ ایک بہترین کارنامہ ہوگا۔ میں جو کہ مجروح فقیر ہوں علائی سلسلے کا، میں آپ کے اس عزم پر جو آپ نے کیا ہے، مبارک باد دیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دست بہ دعا ہوں کہ وہ بنگال کو ان کافروں کے ہاتھ سے نجات دے، میں نے ابھی ابھی اللہ تعالیٰ کے حضور میں سورۂ فاتحہ پڑھی ہے اور اس سے انصاف طلب کیا ہے، کیوں کہ آپ کا اور آپ کے امرا کا مقصد سرزمینِ بنگال کو آزاد کرانا ہے اور اسلام کے علَم کو سر بلند کرنا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ آپ اپنے مقصد میں بہترین طریقے پر کامیاب ہوں گے کیوں کہ بادشاہ کا یہ قطعی اور صحیح فیصلہ حضرت مخدوم (علاء الحق) کے صاحب زادے (شیخ نور قطب عالم) کی تمنا کے مطابق اور ان کے مقصد کی تکمیل کے لیے معاون و مددگار ہے، لہٰذا آپ کو اس بزرگ ہستی کی عقیدت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنی چاہیے اور کبھی جان بوجھ کر ان سے ملنے سے گریز نہ کرنا چاہیے اور ان کے مقصد کے حصول کے لیے لڑنے سے روگردانی نہ کرنی چاہیے۔'' (ایضاً، ص 397-396)

شیخ عبدالحق دہلوی نے آپ کے مکتوبات کے ظاہری و معنوی پہلوؤں کی تعریف کی ہے اور ان کو امراضِ قلبیہ کے لیے علاج و تریاق بتایا ہے۔ مکتوبات کی طرح آپ کے بیش قیمت ملفوظات اور اقوال و ارشادات بھی کافی اہم ہیں، آپ کی حیات بخش اخلاقی و روحانی تعلیمات میں پند و موعظمت، اسرار و معارف اور سلوک و تصوف کے گوہر گراں مایہ پوشیدہ ہیں۔

''مونس الفقراء'' آپ کی اکلوتی تصنیف ہے جو زبان و بیان کا خوب صورت مرقع ہونے کے ساتھ اسلامی و روحانی تعلیمات کا بیش قیمت خزانہ ہے۔ اس کی سطر سطر سے آپ کا علمی مقام روحانی عظمت عبادات اور فرائض و نوافل سے غایت درجہ شغف وانہاک خلوص وللّٰہیت اور مسلم معاشرے میں صوفیانہ اقدار و روایات کی ترویج و توسیع سے متعلق آپ کی تڑپ کا اندازہ ہوتا ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ نے ''مونس الفقراء'' کی شکل میں اپنا خونِ جگر نچوڑ کر رکھ دیا ہے۔ کتاب کی نوعیت اور اس کے مندرجات و مشمولات پر روشنی ڈالتے ہوئے شیخ نور قطب عالم اس کے آغاز میں تحریر فرماتے ہیں:

اس مجموعہ (مونس الفقراء) کو میں نے انتیس فصلوں پر مرتب کیا ہے، پہلی فصل: نماز میں حضوریِ دل کے بیان میں، دوسری فصل: نمازِ فجر میں سنتِ فجر سے قبل کیے جانے والے ذکر اور مسجد کی جانب جانے کے بیان میں، تیسری فصل: ان دعاؤں کے بیان میں جن کا ذکر احادیث و آثار میں آیا ہے، چوتھی فصل: نمازِ اشراق، اس کی دعائیں، نمازِ تسبیح اور اس کی دعاؤں کے بیان میں، پانچویں فصل: نمازِ چاشت اور اس کی دعاؤں کے بیان میں، چھٹی فصل: نمازِ ظہر، دیگر نوافل اور اس کے بعد کی دعاؤں کے بیان میں، ساتویں فصل: نماز عصر اور اس کی دعاؤں کے بیان میں، آٹھویں فصل: نمازِ مغرب نمازِ اوّابین اور دوسرے نوافل کے بیان میں نویں فصل: نماز عشا نوافل اور بعد نماز عشا کی دعاؤں کے بیان میں، دسویں فصل: تہجد، نوافل اور بعد تہجد کی دعاؤں کے بیان میں، گیارہویں فصل: نماز قضائے حاجات اور کفایتِ مُہمّات کے بیان میں، بارہویں فصل: حضور علیہ السلام کے جمال با کمال کو دیکھنے کے لیے جو نماز و ادعیہ ہیں ان کے بیان میں، تیرہویں فصل: فضائلِ نماز جمعہ کے بیان میں، چودہویں فصل: شب جمعہ کے اوراد و وظائف اور روز جمعہ اور ساعتِ مقبول کے بیان میں۔

پندرہویں فصل: توبہ اور شرائطِ توبہ کے بیان میں سولہویں فصل: ذکر ارادت، تعریف شیخ اور اس کی شرطوں کے بیان میں، سترہویں فصل: خلوت و گوشہ نشینی اور چلّہ کشی کے بیان میں،

اٹھارہویں فصل: خلوت و گوشہ نشینی کے دلائل و شرائط کے بیان میں، انیسویں فصل: فضیلت ذکر کے بیان میں، بیسویں فصل: کیفیتِ ذکر کے بیان میں اکیسویں فصل: نفیِ خواطر کے بیان میں بائیسویں فصل: احوالِ دل کے تجسّس وتفقد کے بیان میں تیئیسویں فصل: تفرقۂ دل کے علاج کے بیان میں، چوبیسویں فصل: فقر و قناعت کی فضیلت کے بیان میں، پچیسویں فصل: تجرید وتفرید کے بیان میں چھبیسویں فصل: نفس، دل، روح اور سر کے بیان میں، ستائیسویں فصل: سماع، وجد اور رقص کے بیان میں، اٹھائیسویں فصل: شرائط وآدابِ سماع اور تخریق ثوب اور حالت وجد میں پھٹ کر گرے کپڑے کے احکام کے بیان میں، انتیسویں فصل: بادشاہ اور ان کے علاوہ سے فتوح (نذرانے) وغیرہ لینے کھانے اور کھلانے کے بیان میں۔

مذکورہ بالا اقتباس سے کتاب کی اہمیت ومعنویت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے، وقت کی قلت کے پیشِ نظر کتاب کے چیدہ مقامات کی توضیح وتشریح اور اس کے تفصیلی تعارف سے قاصر ہوں، حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات اور کتاب کے مختلف موضوعات کو سامنے رکھتے ہوئے اس پر ایک مستقل کتاب تیار کی جا سکتی ہے، اللہ کرے کوئی بندہ سامنے آئے اور اس خواب کو شرمندۂ تعبیر بنائے، ڈاکٹر اعجاز الحق قدوسی نے ''تذکرہ صوفیائے بنگال'' میں ''مونس الفقراء'' کی ضخامت 60 رصفحات بتائی ہے۔ جب کہ زیر تبصرہ کتاب (انیس العرفاء) کے آخر میں شامل ''مونس الفقراء'' کا اصل فارسی متن ص:409 رتا610 رکو محیط ہے، کہاں ساٹھ صفحات اور کہاں دو سو صفحات دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے، ممکن ہے کہ اس کے مترجمین نے خانقاہ شہبازیہ بھاگل پور میں موجود نسخہ کے علاوہ دیگر قلمی اور مطبوعہ نسخوں سے تقابل کے بعد ہی اسے ترجمہ وطباعت کے مراحل سے گذارا ہوگا ورنہ اس کی صحت وثقاہت پر سوالیہ نشان لگ سکتا ہے۔

خانقاہ دراصل عبادت گاہ کو کو کہتے ہیں اور یہاں سے ہر وہ کام انجام پاتا ہے جو عند الشرع عبادت کا درجہ رکھتا ہے، خواہ وہ عبادت وریاضت ہو یا خدمتِ خلق دعوت وتبلیغ اور رشد وہدایت ہو یا درس وتدریس، تصنیف وتالیف ہو یا دینی ورفاہی کاموں سے متعلق منصوبہ بندی۔ یہ سارے مقدس کام خانقاہوں سے انجام پاتے ہیں، آج اگر چہ خانقاہیں اپنی قدیم روش سے کافی ہٹ چکی ہیں بایں ہمہ آج بھی اس خاکستر میں چنگاری موجود ہے جو لپکتی ہے تو شعلۂ جوّالہ بن جاتی ہے اور انفس وآفاق کو منور کر دیتی ہے۔

شہبازیہ ملّا چک بھاگل پور (بہار) صوبۂ بہار کی ایک عظیم علمی وروحانی خانقاہ ہے جو گذشتہ کئی صدیوں سے دعوت وتبلیغ اور رشد وہدایت کا کام عظیم پیمانے پر انجام دے رہی ہے، دینی وملی اور تبلیغی کارناموں کے علاوہ اس کی تصنیفی واشاعتی خدمات بھی قابلِ قدر ہیں ''حضرت مولانا ولی العالم اکیڈمی'' کے قیام کے بعد مختلف موضوعات پر یہاں سے اب تک دو درجن سے زائد کتب ورسائل شائع ہو چکے ہیں، جو خوش آئند اقدام اور قابلِ تقلید عمل ہے، سالِ گذشتہ یہاں سے سلطان العارفین حضور سرکار سیدنا شہباز محمد بھاگل پوری علیہ الرحمہ کی مایۂ ناز تالیف ''ستین شریف'' ترجمہ وتشریح کے ساتھ شائع ہوئی تھی جو تقریباً چھ سو صفحات سے متجاوز تھی۔

زیر تبصرہ کتاب ''انیس العرفاء ترجمۂ مونس الفقراء'' چھ سو دس (610) صفحات پر مشتمل ہے اور حال ہی شائع ہوئی ہے، ایک عظیم علمی وروحانی سرمایہ کی حفاظت خانقاہ شہبازیہ کا ایک اہم اور عظیم الشان کارنامہ ہے۔ علمِ تصوف کے درجنوں موضوعات ومباحث کو محیط یہ کتاب عوام وخواص اور علما وطلبہ سب کے لیے یکساں مفید ہے، الحمد للہ! راقم الحروف کی کوشش سے اب یہ کتاب بہت جلد پڑوسی ملک (پاکستان) سے بھی شائع ہونے والی ہے۔

اس گراں قدر کتاب کے مترجمین پیرِ طریقت گلِ گلزارِ شہبازیت حضرت علامہ سید شاہ محمد انتخاب عالم عطا شہبازی دامت برکاتہم العالیہ (زیب سجادہ خانقاہ عالیہ شہبازیہ بھاگل پور) اور پیکر علم وحکمت حضرت علامہ مفتی محمد فاروق عالم اشرفی مصباحی دام ظلہ العالی ہیں، مخدوم گرامی حضور سید شاہ انتخاب عالم شہبازی ایک مایۂ ناز عالم دین منفرد وممتاز نعت گو شاعر ادیبِ عصر اور ایک درجن کتابوں کے مصنف ومؤلف ہیں۔

علاوہ ازیں متقی و پرہیز گار خلیق ومتواضع بقیہ ص ۲۰ پر

تصنیف: امام فقیہ ابواللیث نصر ابن محمد سمرقندی
ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی *

فکر آخرت

انتالیسویں قسط

گزشتہ سے پیوستہ

ابوہریرہ کہتے ہیں یہ سن کر میں حضور کے پاس سے نکلا اور مدینہ شریف کی گلیوں میں دوڑا پھرتا اور کہتا کہ ہے کوئی جو مجھے اس عورت کا پتہ بتلا دے جس نے اسی رات مجھ سے کوئی فتویٰ پوچھا تھا اور بچے (میری یہ کیفیت دیکھ کر) کہتے تھے (کیا) ابوہریرہ پاگل ہو گئے ہیں؟ (دن اسی کیفیت میں گزرا) جب رات ہوئی تو اس عورت سے وہیں کل والی جگہ ملاقات ہو گئی، میں نے اس کو حضور کا فرمان عالی شان سنایا کہ ہاں اس کے لئے توبہ (کی گنجائش) ہے، تو مارے خوشی کے اس کے منھ سے (پھر) چیخ نکل گئی اور بولی میں ایک باغ کی مالکہ ہوں اور وہ (اب) مساکین کے لئے صدقہ ہے کفارۂ گناہ کے طور پر (چنانچہ) اس کا ذکر، اللہ کے اس ارشاد میں مذکور ہے، فرمایا:

"إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحاً فَأُوْلَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ-الآیۃ (یعنی استحقاق عذاب جہنم سے ان مجرمین کا استثنا ہے کہ) جنہوں نے (اپنے جرموں سے) توبہ کر لی اور ایمان پر قائم رہے اور نیک عمل کئے۔ (یعنی سدھر گئے اور آخر تک سدھرے رہے) تو ایسوں کی بُرائیوں کو نیکیوں سے اللہ تبدیل فرما دے گا اور اللہ بڑی بخشش و مہربانی فرمانے والا ہے۔" [سورۂ فرقان—۷۰]

بدی کو نیکی سے تبدیل کرنے کا کیا مطلب؟

تفسیری اقوال: بعض علما (اس آیت کی نیز دیگر نصوص کی روشنی میں) فرماتے ہیں کہ بندہ جب اپنے سب گناہوں سے (سچی، معتبر) توبہ کر لیتا ہے تو اس کے گذشتہ سب گناہ مثل حسنات ہو جاتے ہیں، بالکل اسی طرح مضمون حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے: کہ آپ نے فرمایا قیامت کے دن بندہ اپنے نامۂ اعمال میں نظر کرے گا تو اسے شروع میں اپنی معصیتیں دکھیں گی اور آخر میں نیکیاں، پھر پلٹ کر اوّل اجزا کو (دوبارہ) دیکھے گا تو وہ سب سیئات، حسنات دکھیں گی اور اس مضمون کے مانند حضرت ابوذر غفاری نے بھی حضور علیہ السلام سے (مرفوعاً) روایت کیا (جس سے معلوم ہوا کہ) اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿فَأُوْلَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ﴾ کا یہی معنی ہے۔

اور بعض علما کہتے ہیں کہ اللہ کے اس فرمان کا معنی یہ ہے کہ اسے برے اعمال سے گھما کر نیک اعمال کی طرف کر دے گا اور اس کو اللہ تعالیٰ توفیق دے گا کہ گذشتہ سیئات کی جگہ اب نیک اعمال کرے تو یہ ہے معنیٰ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿فَأُوْلَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ-(الی)-غَفُوراً رَحِيماً﴾ کا۔

کتنی وسیع ہے اللہ کی شانِ غفّاری

انتباہ از مصنف: (بھائی!) تجھے معلوم ہو کہ کفر سے اعظم کوئی گناہ نہیں ہے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُواْ إِن يَنتَهُواْ يُغَفَرْ لَهُم مَّا قَدْ سَلَفَ. (ترجمہ) یعنی اے پیارے نبی! تم ان لوگوں سے فرماؤ جنہوں نے اب تک کفر کیا اگر وہ باز آ جائیں تو ان کے گذشتہ سب گناہ بخش دیئے جائیں گے۔" [سورۂ انفال—۳۸]

... تو کفر سے نیچے درجے والے گناہ کے متعلق تیرا کیا گمان ہے؟ (۱)

شان کریمی کے سامنے گناہوں کی کیا حقیقت؟

حدیث شریف: حضرت امام حسن بصری (علیہ الرحمۃ) حدیث بیان کرتے ہیں کہ بنی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا:

[۱] یعنی جب کفر جیسا سب سے بڑا، سب سے بُرا گناہ بھی سچی توبہ سے بخشا جا سکتا ہے تو اور کون سا جرم قابل بخشش نہیں ہو سکتا اگرچہ کتنا ہی بڑا ہو؟ فَلِلّٰہِ الْحَمْد۔ ۱۲ مترجم غفرلہ۔

* مترجم جامعۃ الرضا بریلی شریف کے صدر مفتی اور شیخ الحدیث ہیں۔

"لو اخطأ احد کم حتی ملأ ما بین السماء و الارض ثم تاب تاب اللہ علیہ۔ (ترجمہ) اگر بالفرض تم میں کا کوئی فرد اتنے کثیر گناہ کر لے کہ آسمان وزمین کے درمیان کا پورا خلا پُر ہو جائے اور پھر سچی توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی بھی توبہ قبول فرما لے گا۔" (وہ ایسا تواب رحیم ہے)

حضرت آدم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے تین اعتذار

حدیث شریف: حضرت یزید رقاشی (تابعی جلیل الشان) سے مروی ہے فرمایا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (مدینہ منورہ میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ممبر شریف پر کھڑے ہو کر ہمیں ایک بار خطبہ دیا، خطبہ میں فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا تھا:

"آدم اکرم البشر علی اللہ یعتذر الیہ یوم القیامۃ بثلاث معاذیر-الحدیث. (ترجمہ) حضرت آدم علیہ السلام اللہ پر اکرم البشر ہیں (یعنی اس کے نزدیک بڑے معزز ومکرم ہیں حتی کہ) اللہ تعالیٰ ان سے روز قیامت تین عذروں کے ساتھ اعتذار فرمائے گا:

(۱) فرمائے گا: اے آدم! اگر یہ بات نہ ہو گئی ہوتی کہ میں نے خود جھوٹ والوں پر لعنت کی ہے اور جھوٹ کو میں مبغوض رکھتا ہوں اور جھوٹ پر میں نے وعید کی ہے (عذاب سے ڈرایا ہے) اور حال یہ ہے کہ میرا قول متحقق ہو چکا ہے۔ (یعنی کہہ چکا ہوں کہ)

"لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ-[سورۂ سجدہ، ۱۳، پارہ ۲۱] تو میں آج تیری پوری ذریت پر ضرور ضرور رحم کرتا۔" (جہنم میں کافروں اور عاصیوں تک کو نہ ڈالتا)

(۲) اور فرمائے گا: اے آدم! میں تیری اولاد میں سے کسی ایک فرد کو بھی دوزخ میں داخل نہیں کروں گا نہ اسے آگ کا عذاب دوں گا، بجز اس شریر کے جس کو میں نے اپنے علم سے جانا ہوا ہے کہ اگر بالفرض میں اب بھی دوبارہ اسے دنیا کی طرف لوٹا دوں تب بھی وہ ضرور ضرور اسی حالت شر پر پلٹے گا جس میں پہلے تھا اور پھر نہ اس سے رجوع کرنے والا ہے، نہ تائب ہونے والا (یعنی پھر بھی کفر یا معصیت پر مصر رہے گا اور اسی حالت میں دوبارہ مرے گا)

(۳) اور فرمائے گا: اے آدم! میں نے تجھے اپنے بیچ اور تیری ذریت کے بیچ حکم بنایا تو میزان عمل کے پاس اٹھ کے جا اور اپنی اولاد کے اعمال کی طرف نظر کر جو تیری طرف اٹھائے جائیں، تو جس بندے کی ذرہ بھر بھلائی بھی راجح ہوگی اس کیلئے جنت ہے تا کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ میں دوزخ میں نہیں داخل فرماؤں گا مگر صرف اسی انسان کو جو پورا ظالم ہوگا۔

حدیث شریف: اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"الدواوین ثلاثۃ ،دیوان لا یغفرا للہ-الحدیث۔ دیوان (دفاتر اعمال) تین ہیں ایک دیوان وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ مغفور نہیں فرمائے گا۔"

اور ایک دیوان وہ ہے جو بخش دے گا (اگر چاہے گا) اور ایک دیوان وہ ہے جس میں سے کچھ نہیں چھوڑے گا۔ (یعنی ذرا سی رعایت نہیں فرمائے گا) تو وہ دیوان جس کو نہیں بخشے گا وہ شرک وکفر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ۔[سورۂ مائدہ-۷۲] یعنی جو کفر پر مرے گا اس پر اللہ نے جنت حرام فرما دی ہے اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔"

اور رہا وہ دیوان جسے (بشرط مشیت) بخش دے گا تو وہ بندے کا ظلم ہے جو اس نے اپنے اوپر کیا جو کہ بندے اور رب کے بیچ کا معاملہ ہے (یعنی حقوق اللہ نہ کہ حقوق العباد) اور رہا وہ دیوان جس میں سے کچھ نہیں چھوڑے گا تو وہ ہیں بندوں کے آپس کے حقوق ومظالم، جو بعض نے بعض پر کئے۔ (۱)

بندوں کے باہمی حقوق ومظالم کا بدلہ ضرور ہونا ہے

حدیث شریف: اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا:

"لَتؤدنّ الحقوق-الحدیث۔ یعنی حضور بقیہ ص ۲۰ پر

[۱] اس حدیث شریف کی اگر شاندار تفصیل وتشریح دیکھنی ہو تو فتاویٰ رضویہ کتاب الحظر والاباحۃ، نصف اوّل، ص ۴۸ کی طرف مراجعت کریں۔ مترجم غفرلہٗ

از: مولانا محمد عامر فضیل مرکزی*

اہلِ سنت کے خلاف دیابنہ کی محاذ آرائی اور ہماری ذمہ داری

آج ایک پرچہ دارالعلوم دیو بند کے ششماہی امتحان کا نظر سے گزرا جس کا عنوان تھا ''ردِّ رضاخانیت'' (یعنی ردمسلک اعلیٰ حضرت بزعم دیابنہ) یہ دیکھ کر حیرت بھی ہوئی اور افسوس بھی کہ ہمارے مخالفین کس قدر باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ امام اہل سنت، مجددِ دین وملت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ اور مسلک اہلِ سنت و جماعت کے خلاف پروپیگنڈا تیار کررہے ہیں۔ یہ کوئی اتفاقی امر نہیں، بلکہ یہ دیوبندی مدارس میں ایک منظم منصوبہ بندی ہے کہ طلبہ کی ذہن سازی امام اہلِ سنت کے خلاف کی جائے، ان کے نصاب میں صرف درسِ نظامی نہیں، بلکہ باقاعدہ ''رداہلِ سنت'' اور ''ردعلمائے مسلک اعلیٰ حضرت'' کے عنوان سے کتب پڑھائی جاتی ہیں۔

طلبہ کو اسی نہج پر تیار کیا جاتا ہے اور پھر امتحانات میں انہی موضوعات پر سوالات رکھے جاتے ہیں تا کہ آنے والی نسلوں کے ذہنوں میں اعلیٰ حضرت اور اہل سنت کے خلاف نفرت اور بغض ہمیشہ کے لیے بٹھا دیا جائے، گویا ان اداروں میں محض تعلیم نہیں دی جاتی بلکہ ذہن سازی ایک خاص مقصد کے تحت کی جاتی ہے کہ یہ مستقبل میں اہل سنت پر بھونڈے اعتراضات کرے اور علمائے اہل سنت کو بدنام کرنے کی ناکام جسارت کرے جس کا نمونہ سوشل میڈیا پر اکثر دیکھنے کو ملتا رہتا ہے۔

ہماری کوتاہی

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب بدمذہب ہمارے خلاف اس قدر منظم محاذ آرا ہیں، تو کیا ہم اہلِ سنت اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوسکتے ہیں؟ کیا یہ کافی ہے کہ ہمارے مدارس صرف درسِ نظامی کی تکمیل پر اکتفا کریں اور تحقیقی ومناظرانہ تیاری کو پسِ پشت ڈال دیں؟ یقیناً نہیں! حقیقت یہ ہے کہ ہماری غفلت ہی نے ان عناصر کو جرأت بخشی کہ وہ ہمارے امام پر انگلیاں اٹھائیں، ہمارے خلاف پرچے تیار کریں اور اپنی نئی نسل کے ذہنوں کو زہر آلود کریں، اگر ہم اپنی نسلوں کو صرف روایتی تعلیم دیں اور دفاعی وتحقیقی پہلو کو چھوڑ دیں تو یہ علمی میدان یک طرفہ ہوتا جائے گا اور ہمارے مدارس سے بجائے ماہرین فارغ ہونے کے، علم کے کوڑے حضرات فارغ ہوں گے۔

ہماری ذمہ داریاں

اس لئے اہلِ سنت کے علما اور مدارس پر بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ وقت کا تقاضا ہے کہ ہم اپنی پالیسی کو محض روایتی نہ رکھیں بلکہ اسے دفاعی، تحقیقی اور مناظرانہ بنیادوں پر استوار کریں، چند نکات درج ذیل ہیں:

1 **افکارِ امام احمد رضا کو نصاب کا حصہ بنایا جائے!** اعلیٰ حضرت کے علمی وتحقیقی کارنامے، فتاویٰ رضویہ کے مباحث اور ان کے مناظرانہ جوابات کو طلبہ کے نصاب میں شامل کیا جائے تا کہ طلبہ براہِ راست اپنے امام کی تحریروں سے روشناس ہو۔

2 **مناظرانہ وتحقیقی تیاری!** طلبہ کو محض فقہ، تفسیر اور حدیث کے دروس نہ دیئے جائیں بلکہ انہیں اس انداز میں بھی تیار کیا جائے کہ وہ بدمذہب کے ہر اعتراض کا علمی اور مدلل جواب دے سکیں۔

3 **عقائد بدمذہب سے روشناس کرایا جائے!** یعنی نصاب میں ایسی کتابیں شامل کی جائے جو بدمذہبوں کے عقائد کو اجاگر کرے خصوصاً عصر حاضر میں رد دیوبندیت و وہابیت، ردرافضیت اور رد الحاد پر مشتمل کتابوں کو مدارس کے نصاب میں شامل کیا جائے۔

4 **دفاعِ اہلِ سنت کے مستقل پرچے!** یعنی جس طرح درسی کتابوں کے امتحانات مدارس میں لئے جاتے ہیں، اسی طرح بدمذہبوں کی تردید پر مشتمل کتابوں کا امتحان لیا بقیہ ص ۳۳ پر

 * مضمون نگار جامعۃ الرضا بریلی شریف کے طالب علم ہیں۔

ص ۶ رکا بقیہ ....

نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرے گا، تو اس کا کردار بھی اچھا ہوگا اور اگر کسی شخص کا بُرے لوگوں میں اٹھنا بیٹھنا ہوا، تو اس کے کردار اور قول وعمل میں بھی اس کی جھلک بہت نمایاں نظر آئے گی! لہٰذا ہمارے نوجوانوں کو چاہیے کہ ہمیشہ اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کریں، زیادہ سے زیادہ وقت بزرگانِ دین اور نیک لوگوں کے ساتھ گزاریں؛ تاکہ ہماری اَخلاقی تربیت ہو! اور اُن سے کچھ نہ کچھ سیکھنے کو ملتا رہے! اللہ ربّ العالمین نے ہمیں اچھے، سچے اور نیک لوگوں کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ (۶) اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اور سچے لوگوں کے ساتھ رہو۔''

کردار سازی کے لیے صرف اچھے لوگوں کی صحبت اور ہم نشینی اختیار کرنا کافی نہیں، بلکہ بُرے لوگوں کی صحبت سے دُور رہنا بھی ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ ربّ العالمین نے جہاں ہمیں ایک طرف اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کا حکم دیا، وہیں دوسری طرف بُرے لوگوں کی صحبت سے دُور رہنے اور ان کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے سے بھی منع فرمایا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ (۷) تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔''

بُری صحبت کی جدید صورتیں اور ذرائع

اچھی یا بُری صحبت کا تعلق صرف انسان تک ہی محدود نہیں، اگر کوئی شخص فیس بک، ٹویٹر، انسٹا گرام، انٹرنیٹ یا دیگر سوشل میڈیا ذرائع سے، گانے باجے سنتا ہے، فلمیں ڈرامے دیکھتا ہے، فحاشی وعُریانیت پر مبنی ویڈیوز دیکھتا ہے، یا اجنبی لڑکے لڑکیوں سے شریعت مطہرہ کے اُصول کے خلاف، بے تکلّف گفتگو یا چیٹ کرتا ہے، تو یہ سب اُمور بھی بُری صحبت کا کام کرتے ہیں، بلکہ برائی کے رَواج میں ان سب چیزوں کی تاثیر بہت تیز اور انتہائی خطرناک ہے، لہٰذا نیک بننے اور اپنے کردار میں بہتری لانے کے لیے، ایسے غیر شرعی اُمور اور ذرائع سے بچنا ہر ایک پر لازم وضروری ہے؛ کہ صحبت بہر صورت اپنا رنگ دکھاتی ہے، سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَمَثَلُ جَلِيْسِ السُّوْءِ، كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ، فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحاً طَيِّبَةً، وَنَافِخُ الْكِيْرِ، إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحاً خَبِيْثَةً۔ (۸) اچھے اور بُرے دوست کی مثال مُشک اُٹھانے والے اور بھٹّی دھونکنے والے کی طرح ہے؛ کہ مُشک اُٹھانے والے سے یا تو کچھ خریدو گے، یا تم اُس کی صحبت سے اچھی خوشبو پاؤ گے، جبکہ بھٹّی دھونکنے والا، یا تو تمہارے کپڑے جلادے گا، یا تم اُس کی صحبت سے بدبو پاؤ گے۔''

حضرت سیّدنا حکیم لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ جس نے بُرے دوست کی صحبت اختیار کی وہ سلامت نہیں رہے گا اور جو نیک دوست کی صحبت اختیار کرے گا، وہ قابلِ قدر مال پائے گا (۹) تو معلوم ہوا کہ ہم نشینی اور دوستی کے اثرات، انسان کی شخصیت وکردار پر ضرور مرتّب ہوتے ہیں، لہٰذا عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان بُری صحبت سے بچے اور نیک صحبت اختیار کرے۔

شراب نوشی! کردار سازی میں ایک بڑی رکاوٹ

ہماری نوجوان نسل کے اَخلاق وکردار میں جن اشیا نے بگاڑ پیدا کیا، شراب نوشی بھی ان میں سے ایک ہے، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر شراب نوشی حرام فرمائی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ وَ یَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ۔ (۱۰) اے ایمان والو! شراب، جُوا، بُت اور پانسے (فال کے تیر پھینکنا) ناپاک شیطانی کام ہیں، لہٰذا اِن سے بچتے رہنا؛ تاکہ تم فلاح پاؤ! شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں شراب اور جُوئے کے سبب، بُغض اور دشمنی ڈلوادے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے

رو کے، تو کیا تم باز آ گئے۔"

لہٰذا ہمیں اپنی نوجوان نسل کے کردار میں سُدھار پیدا کرنے اور انہیں ایک اچھا اور مُعاشرے میں مفید انسان بنانے کے لیے، اس چیلنج سے بھی نپٹنا ہوگا۔

بدکاری! اَخلاقی بگاڑ کا سب سے بڑا سبب

کسی بھی انسان کے کردار میں بگاڑ پیدا کرنے کا، سب سے بڑا سبب زِنا کاری ہے، یہ انتہائی بے حیائی کا کام ہے، خالق کائنات نے اس کی سخت ممانعت وحرمت بیان فرمائی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا۔ (۱۱) بدکاری کے پاس بھی مت جاؤ، یقیناً وہ بے حیائی اور بہت ہی بُرا راستہ ہے۔"

آج بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے، کہ ہمارا نوجوان اس فعل شنیع میں بری طرح مبتلا ہوا جاتا ہے، اُسے اپنے کردار، خاندانی عزّت ووقار اور شرعی حُدود وقیود کا بھی کوئی لحاظ وپاس نہیں رہا، باوجود یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ نے نوجوانوں سمیت اپنی تمام اُمّت کو، بدکاری وفعل حرام سے بچنے پر جنّت کی ضمانت دی ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ، أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ۔ (۱۲) جو مجھے دونوں جبڑوں کے درمیان والی چیز (یعنی زبان) اور دونوں پیروں کے درمیان والی چیز (یعنی شرمگاہ) کی حفاظت کی ضمانت دے، میں اسے جنّت کی ضمانت دیتا ہوں۔"

لہٰذا ہماری نوجوان نسل سمیت ہم سب پر لازم ہے کہ اس فعلِ بد سے کوسوں دُور رہیں، بلکہ اپنی نسلوں کو بھی اس سے بچائے رکھیں۔

تزکیۂ نفس! تعمیر شخصیت اور کردار سازی کا ایک اہم پہلو

شخصیت اور کردار کی تعمیر کو دین اسلام میں بڑی اہمیت حاصل ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیائے کرام کے ذریعہ جو اَحکام نازِل فرمائے ہیں، اُن میں تعمیر شخصیت اور کردار سازی ہمیشہ اہم ترین موضوع رہا ہے، کہ انسان کی فلاح وکامیابی کا راز اِسی میں پنہاں ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا۔ (۱۳) وہ مُراد کو پہنچا جس نے اس (نفس وباطن) کو پاکیزہ کرلیا اور نامُراد ہوا وہ جس نے اسے (گناہوں میں) دَبائے رکھا۔"

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اپنی اور اپنے نوجوانوں کی کردار سازی میں، تزکیۂ نفس کے پہلو کو بھی ضرور پیشِ نظر رکھیں۔

حُسنِ اَخلاق! مثبت کردار سازی کا ایک مؤثر ذریعہ ہے

کسی بھی انسان کا کردار اُس وقت تک بہتر نہیں ہوسکتا، جب تک وہ حُسنِ اَخلاق جیسی بہترین صفت سے متصف نہ ہو جائے، حضرت سیّدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَا شَيْءٌ أَثْقَلُ فِي مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ، وَإِنَّ اللّٰهَ لَيُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيءَ۔ (۱۴) بروزِ قیامت مؤمن کے میزان میں، سب سے زیادہ بھاری اور وَزن دار چیز، اس کے اچھے اَخلاق ہوں گے اور اللہ تعالیٰ فحش گوئی کرنے والے کو دشمن رکھتا ہے۔"

یعنی اللہ تعالیٰ ہر فحش گو، بداَخلاق، بدکردار، بدکلام اور بے حیا شخص کو ناپسند فرماتا ہے، حضرت سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ، أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا۔ (۱۵) یقیناً تم میں سے میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ وہ ہے، جو اَخلاق میں سب سے اچھا ہے۔"

دعوتِ فکر

رسولِ اکرم ﷺ کے مذکورہ فرامین مبارکہ، ہمیں دعوتِ فکر دے رہے ہیں، کہ ایک اچھا مسلمان بننے اور اپنے کردار میں بہتری لانے کے لیے، اَخلاق کا اچھا ہونا کتنا ضروری ہے! لہٰذا اگر ہم واقعی ایک اچھا اور باعمل مسلمان بننا چاہتے ہیں اور اپنی نوجوان نسل کی مثبت کردار سازی کرنا چاہتے ہیں، تو اُن کی کردار

سازی کے ساتھ ساتھ، ہمیں اپنی ذات کو بھی تمام اَخلاقی رَذائل سے پاک کرنا ہوگا اور مخلوقِ خدا کے ساتھ نرمی، شفقت، لطف، مہربانی اور ہمدردی کے ساتھ پیش آنا ہوگا؛ کہ ہمارے دینِ متین کی یہی تعلیمات ہیں۔

اے اللہ! ہمارے کردار وسیرت میں بہتری پیدا فرما، ہمارے قول وفعل کے تضاد کو ختم فرما، ہماری اور ہماری نوجوان نسل کی اِصلاح فرما، انہیں بے راہ رَوی سے محفوظ فرما، شراب نوشی، بدکاری، بداَخلاقی، بدکرداری اور بداَعمالی سے بچا، حُسنِ اَخلاق کی دَولت سے مالا مال فرما اور تزکیۂ نفس کا جذبہ عنایت فرما! آمین یارب العالمین۔

حوالہ جات: (۱) فرہنگِ آصفیہ 3/493۔(۲) صحیح مسلم کتاب الوصی، ر: 4223، ص716۔(۳) شُعب الایمان، باب فی حقوق الاولاد والاولین، ر: 8704، 6/2911۔(۴) سنن الترمذی، باب ماجاء فی آدب الولد، ر:۱۹۵۲، ص۴۵۳۔(۵) صحیح البخاری، باب الجمعۃ فی القری والمدن، ر:۸۹۳، ص۱۴۴۔(۶) پ11، التوبہ:119۔(۷) پ7، الانعام:68۔(۸) صحیح ابن حِبّان، کتاب البِرّ والاحسان، ر:562، ص147۔(۹) الزُہد والرقائق، باب فضْل ذکر اللہ، ر:۱۰۵۹، 1/373۔(۱۰) پ7، المائدہ:91-90۔(۱۱) پ15، بنی اِسرائیل:32۔(۱۲) صحیح البخاری، باب حفظ اللّسان، ر:6474، ص1123۔(۱۳) پ30، الشّمس:9، 10۔(۱۴) سنن الترمذی، اَبواب البِرّ والصلہ، ر: 2002، ص462۔(۱۵) صحیح البخاری، کتاب اَصحاب النّبی، ر:3759، ص632۔

◆◆◆

ص ۵۴ ر کا بقیہ ....

کربلائی ہیں سو توصیف حرم کرتے ہیں
چلو پھر بدر کی تاریخ رقم کرتے ہیں
اے صحابہ کے اصولوں کے طرف دار اٹھو
پھر گرانی ہے ہمیں ظلم کی دیوار اٹھو

اپنی نسلوں کو بتاؤ کہ یہ قرآن ہے کیا
کیا حقیقت ہے مسلمان کی، ایمان ہے کیا
سربکف ہو کے شریعت کے علم دار اٹھو
پھر گرانی ہے ہمیں ظلم کی دیوار اٹھو

تم ابوبکر کے فاروق کے شیدائی ہو
تم ہی عثمانی ہو تم لوگ ہی مولائی ہو
اہل بیت اور صحابہ کے وفادار اٹھو
پھر گرانی ہے ہمیں ظلم کی دیوار اٹھو

خواب غفلت سے اٹھو دیں کی حفاظت کے لیے
خانقاہوں سے نکل آؤ شریعت کے لیے
چاہتے ہو جو رہے سر پہ یہ دستار اٹھو
پھر گرانی ہے ہمیں ظلم کی دیوار اٹھو

نسل نو کے لیے شاہین کی پرواز بنو
غم کے مارے ہوئے مظلوموں کی آواز بنو
دل میں رکھتے ہو اگر جذبۂ ایثار اٹھو
پھر گرانی ہے ہمیں ظلم کی دیوار اٹھو

ظلم سے کرتے ہیں ہم جنگ کا اعلان چلو
قوم وملت کے لیے مرنے اے فرقان چلو
مقتلِ عشق بھی مدت سے ہے تیار اٹھو
پھر گرانی ہے ہمیں ظلم کی دیوار اٹھو

◆◆◆

جماعت رضائے مصطفیٰ

یہ اعلیٰ حضرت کی قائم فرمودہ ایک روشن تاریخ کی حامل جماعت ہے، جس کی نشاۃ ثانیہ حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز کے ہاتھوں ہوئی۔

برادران اہل سنت اپنے اپنے علاقے میں اس کی شاخیں قائم کریں، اس عظیم جماعت کے ممبر بنیں اور مرکز سے جڑ کر اپنی ملّی و مذہب خدمات انجام دیں اور کامیابیوں سے ہمکنار رہوں۔

مزید معلومات کیلئے 7055078621 پر رابطہ کریں۔

یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟

ہمیں اپنے تأثرات ضرور لکھیں، آپ کے تأثرات ماہنامہ سنی دنیا کے صفحات کی زینت بنیں گے، اگر آپ کاروباری ہیں تو رسالہ میں اپنے اشتہار دے کر اپنے کاروبار کو ترقی بھی دے سکتے ہیں۔

منظومات

مصطفیٰ سا کوئی شہ کار نہیں ہوسکتا

از: سید خادم رسول عینیؔ، بھدرک اڑیسہ

مصطفیٰ سا کوئی شہ کار نہیں ہوسکتا
دوسرا احمد مختار نہیں ہوسکتا

بلبل وگل ہی نہیں سارا چمن کہتا ہے
ان کے جیسا کوئی غمخوار نہیں ہوسکتا

سرور دیں کے ضیا بار وسیلے کے بغیر
راستہ کوئی بھی ہموار نہیں ہوسکتا

ہاتھ میں سیرت آقا کا اگر ہے دامن
مرحلہ زیست کا دشوار نہیں ہوسکتا

جس کو حاصل ہے گلستان نبی سے نسبت
غالب اس گل پہ کبھی خار نہیں ہوسکتا

زلف یادشہ عالم کے جو سائے میں ہے
رنج وغم میں وہ گرفتار نہیں ہوسکتا

ثانی اثنین لقب ان کو ملا ہے رب سے
مثل صدیق کوئی یار نہیں ہوسکتا

وقف ہے مدحت سرکار پہ عینیؔ کا قلم
وقت اس کا کبھی بیکار نہیں ہوسکتا

مارے جاتے ہیں مسلمان رسول عربی

از: محمد جسیمؔ اکرم مرکزی، جامعۃ الرضا

آنکھیں نم دل ہے پریشان رسول عربی
مارے جاتے ہیں مسلمان رسول عربی

صرف آنسو ہی نہیں خون کے قطروں سے ہیں
تربتر دیدۂ ودامان رسول عربی

ظلم کی آگ لگی ایسی کہ کتنے انسان
ہوگئے بے سروسامان رسول عربی

جائیں تو جائیں کہاں چھوڑ کے دربار ترا
زخم سے چور مسلمان رسول عربی

بقیہ ص ۳۳/ پر

انبیا کے بعد اعلیٰ حضرتِ صدیق ہیں

از: علامہ سید اولاد رسول قدسیؔ، کیلی فورنیا، امریکہ

انبیا کے بعد اعلیٰ حضرتِ صدیق ہیں
یارِ غارِ شاہِ بطحا حضرتِ صدیق ہیں

ہیں وہ "عنداللہ اتقاکم" کی تفسیر مبیں
چرخِ عظمت کے ثریا حضرتِ صدیق ہیں

"جاء بالصدق" آیت قرآں کا یہ اعلان ہے
حق کی تصدیق سراپا حضرت صدیق ہیں

سب سے پہلے امتوں میں جائیں گے جنت میں وہ
مژدۂ لبہائے آقا حضرتِ صدیق ہیں

"مادنامنا" حدیثِ فاتح خیبر گواہ
اشجع جملہ صحابہ حضرتِ صدیق ہیں

ہے تواتر سے یہ مروی قولِ حضرتِ مرتضیٰ
خیر امت شاہ والا حضرتِ صدیق ہیں

ساتھ تھے ہیں ساتھ آقا کے رہیں گے ساتھ ساتھ
خوش نصیبی کا سہارا حضرتِ صدیق ہیں

ہیں عتیق نار وہ سرکار کا ارشاد ہے
قصرِ جنت کا سویرا حضرتِ صدیق ہیں

قدسیؔ امت پر ہے واجب ان سے الفت حشر تک
عرشِ رفعت کا اجالا حضرتِ صدیق ہیں

اے غلامان نبی، خلد کے حقدار اٹھو

از: محمد فرقان فیضی امام احمد رضا لائبریری، سرلاہی نیپال

اے غلامان نبی، خلد کے حقدار اٹھو
پھر گرانی ہے ہمیں ظلم کی دیوار اٹھو

اپنے ماضی کا ورق پھر سے الٹنا ہوگا
متحد ہو کے ہی ظالم سے نمٹنا ہوگا
پیش کرنی ہے ہمیں سیرت سرکار اٹھو
پھر گرانی ہے ہمیں ظلم کی دیوار اٹھو

بقیہ ص ۵۳/ پر

सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़ददम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2023-25

DECEMBER-2025
PAGES 56 WITH COVER

PER COPY : ₹ 30.0
PER YEAR : ₹ 350.0

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareil
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Kh